ماہنامہ

مسلمان بچے ®

بچوں کے اسلامی و اخلاقی ادب کا ترجمان

لاہور پاکستان

205

ربیع الاول ۱۴۴۶/ ستمبر 2024

www.musalmanbachay.com

مبارک اسباق

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اہمیت، آداب، تقاضے

جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

ہم یکجان ہو جائیں

اتحاد کا سبق دیتی ایک دلچسپ کہانی

رازِ سربستہ

سلطان ٹیپو شہید اور بوجھ بجھکڑ

سمیت ڈھیروں دلچسپ کہانیاں

اور رنگا رنگ تحریریں

سب سے منفرد اور کثیر الاشاعت

ماہنامہ

مُسلمان بچّے

لاہور
پاکستان

بچّوں کے
اسلامی، اخلاقی، تعلیمی اور تربیتی ادب کا ترجمان

بچے تو سبھی ہیں بہت اچھے
مگر سب سے اچھے مسلمان بچے

ربیع الاوّل ۱۴۴۶ھ بمطابق ستمبر 2024ء

شمارہ: 3 جلد: 18

قیمت فی شمارہ: 70 روپے
سالانہ زرِتعاون =/840 روپے

اپنی کہانیاں اور مضامین صرف اس پتے پر ارسال فرمائیں

پوسٹ بکس نمبر: 15 جی پی او، بہاولپور

ترسیلِ رقم اور حصولِ رسالہ کیلئے:

مکتبۃ ابنِ مبارک

37۔ حق سٹریٹ
اردو بازار۔ لاہور

موبائل: 0322-5140485

پبلشر محمد زاہد نے علی پریس لاہور سے چھپوا کر تقسیم کیا

اس شمارے میں

کھڑکی کے پار	بینش جمیل	16
دس نبوی نصیحتیں	حواء بنت زبیر	19
مسواک	محمد طارق	23
غافل وجود	میمونہ عظیم	27
ہم یکجان ہوجائیں	بنت نور الٰہی	40
حدیث کہانی	محمد فیصل علی	51
تبدیلی	بنت شہزاد	52
نرالا پھول	محمد مستقیم	56
رسول اللہ ﷺ کی مسکراہٹیں	محمد اشفاق ندیم	60
یوم دفاع	دانیال حسن چغتائی	67
آنسو	محمد عبداللہ	71
ٹیپو سلطان شہیدؒ	عبدالحفیظ امیرپوری	73
سرپرائز	رافعہ میمونہ	78
قرآن میں ذکر	عبدالمجید شاکر	85

اس کے علاوہ مستقل سلسلوں کے ساتھ ساتھ اور بہت کچھ۔۔۔۔

فرمان باری تعالیٰ

”اے ایمان والو! جو مال ومتاع ہم نے تم کو بخشا ہے تم اس میں سے (ہماری راہ میں ہمارے حکم کے مطابق) خرچ کرو، قبل اس کے کہ (قیامت کا) وہ دن آجائے جس میں نہ کوئی خرید وفروخت ہو سکے گی، نہ کسی کی دنیوی دوستی کام آئے گی اور نہ کوئی سفارش ۔“ (البقرہ: ۲۵۴)

حمد باری تعالیٰ

تیرا نام لیتے ہیں غنچے چٹک کر
کلی تیری عظمت کے گُن گا رہی ہے
زباں پتے پتے کی اس سے معطر
اسی نام پہ شاخ لہرا رہی ہے
چمن توحکایت ہے تیری عطا کی
جو ہر رنگِ گل میں نظر آ رہی ہے
ہوا سر سرائے ترا نام لے کر
فضا پہ عجیب نغمگی چھا رہی ہے
الجھ کر ہوا ٹہنیوں سے شجر کی
ترے نام کے زمزمے گا رہی ہے
ترا نام سورج کی گرمی کا باعث
اسی سے یہ سب روشنی آ رہی ہے
اسی مہرباں مہر سے پھوٹتی ہے
کرن جو زمانے کو چمکا رہی ہے
یہی نام ہے چاند کی چاندنی میں
سکوں دیکھیے کتنا برسا رہی ہے

فرمان رسول اکرم ﷺ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب جمعہ کا دن آتا ہے تو فرشتے (اس دن) مسجد کے دروازوں پر بیٹھ جاتے ہیں، اور جو جمعہ کے لیے آتا ہے اسے لکھتے ہیں اور جب امام (خطبہ دینے کے لیے) نکلتا ہے تو فرشتے رجسٹر لپیٹ دیتے ہیں۔

نعت رسول مقبول ﷺ

روشنی کا ہے سفر کر کے سفر دیکھو تو
جا کے طیبہ میں کبھی شام وسحر دیکھو تو
عرش سے نُور اُترتا تمہیں آئے گا نظر
تم مدینے میں کبھی آپ ﷺ کا گھر دیکھو تو
خاک طیبہ کی دمکتی ہے ستاروں کی طرح
نُور ہی نُور ہے تاحدِ نظر دیکھو تو
ہر دعا جلد دکھاتی ہے اثر طیبہ میں
تم بھی کچھ اپنی دعاؤں کا اثر دیکھو تو
وہ تو دشمن کے لئے بھی ہیں سراپا رحمت
جا کے روضے پہ وہ رحمت کی نظردیکھو تو
بھیجے جاتے ہیں فرشتے بھی سلامی کے لئے
عظمت وشانِ شہِ جن وبشر دیکھو تو
لوحِ دل آئینہ بن جائے گی اُس بستی میں
اُن کا روضہ نہ سہی راہ گزر دیکھو تو
زیدؓ سے پوچھے کوئی اُن کی غلامی کے مزے
کیسے رکھتے تھے غلاموں کی خبر دیکھو تو

ایک دعا یاد کیجئے

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِیْ فِی الْمَوْتِ وَفِیْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ

ترجمہ: یا اللہ ! میرے لئے موت میں اور جو موت کے بعد ہے اس میں برکت عطاء فرما۔

ایک حدیث یاد کیجئے

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ

ترجمہ: گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس نے کبھی گناہ کیا ہی نہ ہو۔ (سنن ابن ماجہ)

انصاف کی گردن پہ چھری

شاعر: پروفیسر انورؔ جمیل

جب تک یہاں انصاف کی گردن پہ چھری ہے
چاروں طرف حالات میں ہلچل ہی رہے گی

گزرے گا مورّخ کا قلم جب بھی لہو سے
تاریخ کے صفحات میں ہلچل ہی رہے گی

قلب و نظر پہ جب نہ ہو ایمان کی بارش
ہر اک کے خیالات میں ہلچل ہی رہے گی

جب تک نہ ہو جلوہ نما آئین شریعت
اس پوری کائنات میں ہلچل ہی رہے گی

جب ساحل احساس سے ٹکرائیں گی آہیں
زاہد کی مناجات میں ہلچل ہی رہے گی

انساں کا ہنر جب کبھی ڈھائے گا قیامت
دنیائے موجودات میں ہلچل ہی رہے گی

ہر سانس جب اس کے لئے نیزے کی اَنی ہو
فنکار کے نغمات میں ہلچل ہی رہے گی

جب تک ترے مقتل میں ہیں دیدار کے جلوے
انورؔ میرے جذبات میں ہلچل ہی رہے گی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو ذہنی اور جسمانی صلاحیتیں عطاء کی ہیں، وہ اس قدر ہمہ گیر، بے پایاں اور مختلف النوع ہیں کہ انہیں پوری طرح احاطۂ تحریر میں لانا ممکن نہیں ہے۔ دیکھنے، بولنے اور چلنے پھرنے کی صلاحیت، سننے، چکھنے اور سونگھنے کی صلاحیت، حسب منشا اُٹھنے بیٹھنے اور آزادانہ حرکت کرنے کی صلاحیت، اپنے ذہن سے سوچنے، طرح طرح کے منصوبے تیار کرنے اور انھیں رُو بہ عمل لانے کی صلاحیت وغیرہ

دورِ جدید نے جہاں انسان کی مختلف صلاحیتوں کو نکھارا ہے وہاں بعض کو کمزور بھی کر دیا ہے۔ جیسا کہ موبائل اور کمپیوٹر کی ایجاد کے بعد تحریر لکھنے اور اپنا مافی الضمیر لکھ کر بیان کرنے کی صلاحیتیں روز افزوں کمزور تر ہوتی چلی جارہی ہیں۔ آج اگر کسی پڑھے لکھے نوجوان کو کہا جائے کہ وہ ہاتھ سے ایک خط اپنے والد کے نام لکھ دے تو یقیناً بہت سوں کے لئے یہ ایک مشکل کام ہوگا۔

یاد رکھیں لکھنا ایک فن ہے، یہ وہ ملکہ ہے جو عطیۂ خداوندی ہے۔ لکھنا ایک بہت ہی عمدہ شوق اور بے پناہ خوشی دینے کا ذریعہ ہے، لکھنا احساسات کا نام ہے۔ اپنے ان احساسات کا اظہار کر کے اسے ذہنی اور قلبی راحت میسر آتی ہے۔ جس طرح ایک مصور اپنا شاہکار تخلیق کرنے کے بعد اطمینان اور خوشی محسوس کرتا ہے، اسی طرح ایک لکھاری اپنی تخلیق کو کاغذ پر بکھرا دیکھ کر دلی خوشی محسوس کرتا ہے۔ جدید ذرائع یہ خوشی مہیا کرنے سے قاصر ہیں۔ اس لئے لکھنے کی کوشش کریں۔ تحریر لکھنے کے فن کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اس کا شوق پیدا کریں۔

لکھنے میں مہارت وقت کے ساتھ آتی ہے۔ لکھنے کے لیے چند اہم باتیں ملحوظ خاطر رہیں۔

1) سب سے اہم بات مطالعہ ہے، جتنا وسیع آپ کا مطالعہ ہوگا اتنی ہی پختگی لکھائی میں آئے گی۔

مطالعہ کرنے سے تحریر میں نکھار آتا ہے اور الفاظ پر گرفت حاصل ہوتی ہے۔ضروری نہیں کہ پڑھنے کے لیے کسی بھاری بھرکم کتاب ہی کا انتخاب کیا جائے، بلکہ چھوٹے کتابچے، اخباری کالم یا پھر بلاگز پڑھ کر بھی مطالعے کی عادت ڈالی جاسکتی ہے۔البتہ ایک بات کا ضرور خیال رکھا جائے کہ پڑھنے کے لیے ہمیشہ معیاری چیز کا ہی انتخاب کیا جائے، ورنہ فائدے کے بجائے بسا اوقات نقصان بھی ہوسکتا ہے۔

2)تحریر لکھنے کے لیے کی بورڈ پر لکھنے کی عادت کی بجائے قلم سے لکھنے کی روایت کو زندہ کیا جائے اگرچہ اب قلم سے لکھنے کی روایت تقریباً ختم ہوتی جارہی ہے اور پیشہ وارانہ امور میں کمپیوٹر پر انحصار بڑھتا جارہا ہے۔لیکن قلم سے لکھی جانے والی تحریر کی ایک الگ ہی چاشنی ہوتی ہے۔

3)اپنی تحریر کو خود کئی بار پڑھیں، ہر بار پڑھنے سے بہت سی نئی غلطیاں سامنے آئیں گی، جن کی اصلاح آپ کو خود ہی کرنا ہوگی یا کسی ماہر لکھاری سے اپنی اصلاح کی مدد لی جاسکتی ہے۔ممکن ہو تو کسی استاد یا گھر میں کسی بڑے کو ضرور پڑھوائیں، وہ آپ کی بہتر اصلاح کرسکتے ہیں۔

آئیے ہم سب مل کر لکھنے کے روایت کو زندہ کرنے کی سعی کرتے ہیں۔کسی بھی کام کا آغاز ضرور مشکل ہوتا ہے، لیکن محنت، لگن اور مستقل مزاجی سے کامیابی ضرور مقدر بنتی ہے۔ان شاءاللہ

والسلام

ابو محمد عروہ

محمد سفیان

عشقِ رسول ﷺ

اہمیت — آداب — تقاضے

آج کل ہم سب کا دعویٰ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اتنا سچا عاشق رسول ہے کہ اس سے بڑھ کر اور اس سے زیادہ عاشق رسول دنیا میں کوئی بھی نہیں، لیکن یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہماری زندگی کا 80 فیصد حصہ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات اور احکامات کی پیروی سے یکسر خالی ہے (اور یہ عشق رسول ﷺ کی انوکھی قسم ہے)

ہم عاشق رسول ہیں، لیکن ہم نے پنج وقتہ نماز نہیں پڑھنی۔ ہم عاشق رسول ہیں، لیکن ہم اپنی شادیاں ہندوانہ رسم و رواج اور انگریزوں کی پیروی کرتے ہوئے کرتے ہیں۔ ہم عاشق رسول ہیں لیکن ہمارے غمگین لمحات اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی پر گزرتے ہیں۔ ہم عاشق رسول ہیں، لیکن ہماری معاشرتی زندگی سیرۃ النبی سے کوسوں دور ہے۔

ہم عاشق رسول ہیں، لیکن ہمارا کاروبار احکاماتِ نبوی سے یکسر مختلف ہے۔ ہم عاشق رسول ہیں، لیکن ہمارے بچوں کا آئیڈیل انگریز ہے۔ ہم عاشق رسول ہیں، لیکن زندگی یورپ کی جینا چاہتے ہیں۔ ہم عاشق رسول ہیں، لیکن والدین، بہن بھائیوں، عزیز و اقارب کے حقوق کے معاملے میں نبوی

احکامات کے بالکل خلاف چل رہے ہیں۔ ہم عاشق رسول ہیں، لیکن ہماری عملی زندگی میں سیرت کی کوئی جھلک نظر نہیں آتی۔ سو عشق کا دعویٰ کرنا اور سچا عاشق بننا دو بالکل مختلف چیزیں ہیں اور حقیقتاً ہم عشق کے دعویدار تو ہیں، لیکن سچے عاشق نہیں ہیں۔

عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اہمیت

ایک مسلمان اس وقت تک کامل مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک اس کا عشقِ رسول کامل نہ ہو، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر ہر ادا، ہر ہر قول اور ہر ہر عمل سے سچا عشق نہ ہو، زندگی کے ہر معاملے میں سب سے پہلے نبوی طرزِ عمل کو ڈھونڈے، جی جان سے اس پر عمل کی کوشش کرے، احکاماتِ نبوی کے مطابق زندگی کے شب و روز گزارنے کی جدو جہد کرے، اپنے معاملات، معاشرت، لین دین ،خوشی وغمی ہر چیز احکاماتِ نبوی کے تابع کر دے ،یہی ہر مسلمان سے تقاضا ہے، یہی اس کی زندگی کا منہج ومقصد ہے، اسی چیز پر زندگی گزارنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:

”وَما کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا“

”کسی مؤمن مرد اور عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کسی معاملے کا فیصلہ کردیں تو ان کے اپنے معاملے میں اختیار باقی رہ جائے اور جو کوئی اللہ و رسول کی نافرمانی کرے، وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔“

سورۃ الحشر، آیت نمبر: ۷ میں ارشادِ الٰہی ہے:

”وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ“

”جو کچھ رسول تمہیں دیں، وہ لے لو اور جس چیز سے تمہیں روک دیں، اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈر جاؤ، وہ شدید عذاب دینے والا ہے۔ (الحشر: ۷)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ“ (مشکوٰۃ)

”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنی خواہشات کو میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ کر دے۔“

عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے آداب

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں
وہ عشق ہی کیا جس میں ادب آداب کا لحاظ نہ ہو، چنانچہ تاریخ کی کتابوں میں ایک مشہور واقعہ درج ہے:

بادشاہ ناصر الدین محمود کے ایک خاص مصاحب کا نام محمد تھا، بادشاہ اس کو اسی نام سے پکارا کرتا تھا، ایک دن خلافِ معمول اسے ”تاج

الدین'' کہہ کر آواز دی، وہ تعمیل حکم میں حاضر تو ہوگیا لیکن بعد میں گھر جا کر تین دن تک نہیں آیا، بادشاہ نے بلاوا بھیجا، تین روز تک غائب رہنے کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا: آپ ہمیشہ مجھے ''محمد'' کے نام سے پکارا کرتے تھے، لیکن اس دن آپ نے ''تاج الدین'' کہہ کر پکارا، میں سمجھا میرے متعلق آپ کے دل میں کوئی خلش پیدا ہوگئی ہے، اس لیے تین دن تک حاضرِ خدمت نہیں ہوا، ناصر الدین نے کہا:

''واللہ! میرے دل میں آپ کے متعلق کسی قسم کی کوئی خلش نہیں، تاج الدین کے نام سے تو میں نے اس لیے پکارا تھا کہ اس دن میرا وضو نہیں تھا اور مجھے ''محمد'' کا مقدس نام بغیر وضو کے لینا مناسب معلوم نہیں ہوا۔''

اسی طرح ہمارے محدثین کا الحمدللہ معمول رہا ہے کہ جب بھی کوئی حدیث نقل کرنے لگتے ہیں تو باقاعدہ اہتمام کے ساتھ آداب کے ساتھ باوضو ہو کر حدیث کو نقل کرتے ہیں، ہم نے اپنے بڑوں کو دیکھا ہے کہ وہ کسی ایسی بات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں کرتے جس کے متعلق انہیں علم نہ ہو کہ واقعی آپ ﷺ نے ہی فرمائی ہے، کیونکہ کوئی بھی ایسی بات جو آپ ﷺ نے نہ فرمائی ہو اسے آپ ﷺ کی طرف منسوب کرنا انتہا درجے کی بے ادبی ہے۔

یہ بھی انتہا درجے کی بے ادبی ہے کہ کسی ایسے شخص کو گستاخِ رسول قرار دینا جس نے گستاخی نہ کی ہو۔ یہ بھی انتہا درجے کی بے ادبی ہے کہ آپ ﷺ کا نام نامی آئے اور ہم درود وسلام نہ پڑھیں، یہ بھی بے ادبی ہے کہ ایک معاملے میں نبی کریم ﷺ کا طرزِ عمل موجود ہو اور ہم اس کو چھوڑ کر کوئی دوسرا طرزِ عمل اختیار کریں۔ ادب یہ ہے کہ اپنی سوچ، فکر، فہم، رسم و رواج سب کچھ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے تابع کرلیں، ساری محبتیں اس ایک محبت پر قربان کردیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دنیا کی تمام چیزوں کی محبت کو رسول اللہ ﷺ کی محبت پر قربان کردیا تھا، آپ ﷺ کی محبت میں ماں باپ، بہن بھائی، رشتہ دار قربان کردیے، غرضیکہ سب کچھ قربان کردیا، لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کے دامن کو نہ چھوڑا۔

سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ حالتِ کفر میں اپنی بیٹی کو ملنے کے لیے آتے ہیں اور کملی والے کے مقدس بستر پر بیٹھنے کی کوشش کرتے ہیں تو بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا یکدم بولتی ہے:

''ابا جان! ذرا ٹھہریئے!'' باپ رُک گیا۔

''بیٹی! کیا بات ہے؟''

بیٹی نے جلدی سے بستر لپیٹ دیا، سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ بولے:

''کیا یہ بستر میری شان کے لائق نہیں؟ یا میں اس بستر پر بیٹھنے کے لائق نہیں ہوں؟''

بیٹی نے کہا: یہ ”محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“ کا پاک بستر ہے اور آپ اس وقت ناپاک ہیں۔“

ذرا اندازہ لگائیے کہ سیّدہ ام حبیبہؓ نے اپنے باپ کی ذرا پرواہ نہیں کی اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں اپنے باپ کو بھی رد کر دیا۔

عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے تقاضے

عاشق کے وجود کا ظاہری حلیہ اور اس کے اعمال میں جھلکتا باطنی عشق اس کے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہو، اسے اپنے عشق کے اظہار کے لیے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کے نعرے نہ لگانے پڑیں، بلکہ اس کے اعمال چیخ چیخ کر دنیا کو بتادیں کہ یہ ہے سچا عاشق رسول۔ صحابہ کرامؓ نے یہی کیا تھا، آیئے!

ان کے عشق کی چند جھلکیاں دیکھتے ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عشق کی چند جھلکیاں

۱) موسیٰ بن عقبہؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سالم بن عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ وہ دورانِ سفر راستے میں بعض مقامات تلاش کرتے تھے اور وہاں نماز پڑھتے تھے، کیونکہ انہوں نے اپنے والد عبداللہؓ کو اور انہوں نے اپنے والد عمرؓ کو وہاں نماز پڑھتے دیکھا تھا اور حضرت عمر وہاں اس لیے نماز پڑھتے تھے کہ انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ (بخاری: ۴۸۳)

۲) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سواری پر سوار ہوئے تو دعائے مسنون پڑھنے کے بعد مسکرانے لگے۔ کسی نے پوچھا: امیرالمومنین! مسکرانے کی کیا وجہ ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سواری پر سوار ہوکر اسی طرح دعاء پڑھی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے تھے، لہٰذا میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں مسکرایا ہوں۔ (ابوداود: ۲۶۰۲)

۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کدو پسند ہیں، تو وہ بھی کدو پسند کرنے لگے۔ (مسند احمد: ۳/۱۷۷)

۴) ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرکہ کے بارے میں فرمایا کہ: سرکہ تو اچھا سالن ہے تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تب سے مجھے سرکے سے محبت ہوگئی ہے۔ (دارمی: ۲۱۸۱)

۵) ایک بار ایک صحابیؓ کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ہاتھ سے اُتار کر دور پھینک دی، گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اظہارِ ناراضگی کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لے جانے پر کسی نے کہا کہ اس کو اُٹھا لو اور بیچ کر فائدہ حاصل کرلو (کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف پہننے سے منع فرمایا تھا) مگر اس نے کہا: خدا کی قسم! میں اسے کبھی نہیں اٹھاؤں گا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پھینک دیا ہے۔ (مسلم)

۶) کچھ صحابہؓ کو بیعت کی شرائط میں یہ نصیحت بھی فرمائی کہ: "لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا۔" تو انہوں نے اس شدت سے اس کی پابندی کی کہ اگر اونٹنی پر سوار کہیں جارہے ہوتے اور ہاتھ سے لگام گر جاتی تو اونٹنی کو بٹھا کر خود اپنے ہاتھ سے اس کو اٹھاتے تھے اور کسی آنے جانے والے سے نہیں کہتے تھے کہ اٹھا کر دے دو!" (مسند احمد: ۵/۲۷۷)

۷) سرورِ کائنات ﷺ ایک دن مرادِ رسول سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھتے ہیں:

"اے عمرؓ! تم میرے ساتھ کتنا عشق و پیار کرتے ہو؟"

فاروقِ اعظمؓ نے فرمایا: "اپنے ماں باپ سے، اپنی اولاد سے، اپنے رشتہ داروں سے، اپنے دوستوں سے، بلکہ کل کائنات سے زیادہ آپ سے عشق رکھتا ہوں بجز اپنی جان کے۔"

کملی والے آقا ﷺ نے فرمایا:

"اے عمرؓ! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں مجھ محمد کی جان ہے اس وقت تک کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ سمجھے۔"

فاروقِ اعظمؓ نے کہا: "اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز و محبوب ہیں" آپ ﷺ نے فرمایا: "اے عمرؓ! اب تو مومن ہے۔"

صحابہ کرامؓ کا معاملہ بھی عجیب تھا، ان کی محبت کا دارومدار بس عشقِ رسول تھا، اگر کوئی آپ ﷺ پر ایمان نہیں لایا تو پھر خونی رشتے بھی بے معنی تھے اور اگر کوئی ایمان لایا اور خونی رشتہ نہیں بھی تھا تو اپنی جان سے زیادہ عزیز تھا۔ واقعی تاریخ انسانیت میں ایسا انقلاب نہ پہلے آیا اور نہ کبھی آئے گا۔

تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن ابی منافق نے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق کہا:

لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَی الْمَدِیْنَةِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ

بات ابن ابی کے فرزند ارجمند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے کان میں پہنچ گئی، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تلوار لے کر مدینہ شریف کے مین گیٹ پر کھڑے ہو گئے، لوگ گزرتے گئے، جب باپ آیا تو کہنے لگا:

"پیچھے ہٹ جاؤ تمہیں مدینہ میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا، جب تک رسول اللہ ﷺ تیرے لیے کوئی فیصلہ صادر نہیں فرمادیں"

چنانچہ رحمت کائنات ﷺ تشریف لائے تو حضرت عبداللہؓ نے فرمایا: جب تک یہ اپنے الفاظ واپس نہیں لے گا، اس کو گزرنے نہیں دوں گا۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر میں اپنے والد کو کافروں کی حمایت میں

مسلمانوں کے مقابلہ میں آنے کی وجہ سے قتل کر دیا۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کر دیا۔

حضرت عمر، حضرت حمزہ، حضرت علی، حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم نے اپنے قریبی رشتہ داروں عتبہ، شیبہ، ولید وغیرہ کو قتل کیا۔ غرضیکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں اپنے ماں، باپ، بہن، بھائی، عزیزو اقارب سب کو قربان کر دیا، اسی لیے ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

ترجمہ: ''جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں، آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھتے ہوں جو اللہ اور رسول کے برخلاف ہیں، چاہے وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہو، ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کر دیا ہے۔'' (المجادلہ، آیت: ۲۲)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنا سب کچھ نبی کریم ﷺ پر لٹا دیا تو پھر اللہ پاک نے بھی اپنی تمام نعمتوں کے دروازے ان پر کھول دیئے، ان کے قدموں میں سلطنتیں تسبیح کے دانوں کی طرح گریں، دنیا کے خزانے مدینہ کی گلیوں میں بکھرنے لگے، دنیا کی قیادت وسعادت ان پر فخر کرنے لگی، ان کے احکامات بھر چرند، پرند، ابحار، اشجار سبھی نے مانے اور جب تک مسلمان نبی کریم ﷺ کے احکامات پر عمل پیرا رہے عشقِ رسول (ﷺ) کو حرزِ جاں بناتے رہے، اس وقت تک ساری دنیا ان کے در کی دریوزہ گر رہی اور جیسے ہی انہوں نے عشقِ رسول (ﷺ) سے منہ موڑا، اللہ پاک کی تمام نعمتوں نے مسلمانوں سے منہ موڑ لیا۔

زیادہ اجر والا تھوڑا سا عمل

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک زرہ پوش شخص حاضر ہوئے اور کہا کہ یارسول اللہ! میں پہلے جنگ کروں یا پہلے اسلام لاؤں؟

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پہلے اسلام لاؤ، پھر قتال میں شریک ہونا۔

چنانچہ وہ اسلام لائے پھر قتال میں شریک ہوئے اور شہید ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عمل کم کیا، لیکن اجر بہت زیادہ پایا۔ (صحیح بخاری، ص: ۳۹۴)

انتخاب: انس رشید

کھڑکی کے پار

بینش جمیل

دو بہت ہی بیمار آدمی اسپتال کے ایک ہی کمرے میں زیر علاج تھے۔ وہ دونوں اس قدر علیل تھے کہ بستر سے اٹھ کر بیٹھ بھی نہیں سکتے ہیں۔ صرف ایک شخص کو ایک گھنٹے کے لئے اپنے بستر سے اٹھ کر بیٹھنے کی اجازت تھی اور اس شخص کا بستر ان کے کمرے کی واحد کھڑکی کے عین سامنے تھا جبکہ دوسرا شخص اپنے بستر سے بالکل بھی اٹھ نہیں سکتا تھا وہ چوبیس گھنٹے اسی بستر پر لیٹا رہتا۔

وہ دنوں ایک دوسرے سے زندگی کے گزرے لمحات اپنے خاندان اور ملازمت کی باتیں کرتے رہتے اور اپنے احساسات ایک دوسرے سے بانٹتے رہتے۔

روزانہ جب دوپہر کے بعد کھڑکی کے سامنے والے آدمی کے اٹھ کر بیٹھنے کا وقت ہوتا تو وہ اس ایک گھنٹے میں اپنے ساتھی کو کھڑکی کے باہر کے تمام مناظر بتایا کرتا تھا۔ دوسرا آدمی اپنی اس دن کی زندگی اسی ایک گھنٹے میں جی لیتا تھا جب اس کی بے رنگ زندگی میں باہر کی دنیا کے رنگ شامل ہوجاتے تھے۔

جب اس کا ساتھی اسے بتاتا کہ باہر بہت خوب صورت جھیل ہے۔ راج ہنس اور بطخیں اس جھیل میں کھیل رہے ہیں۔ بچے پانی میں اپنی اپنی کشتیاں چلا رہے ہیں۔ فضا خوشیاں بکھیرتی نظر آرہی ہے۔ جھیل کے چاروں طرف محبتیں ہی محبتیں ہیں۔ پھولوں کے رنگ بالکل قوسِ قزح کی طرح زمین پر بکھرے ہوئے ہیں۔ ہرے بھرے درخت ان کو دیکھ کر خوشی سے جھوم رہے ہیں اور اس طرح وہ اپنے ساتھی کو تمام مناظر تفصیلاً بتاتا جاتا اور دوسرا شخص آنکھیں بند کئے ہر چیز کا تصور کرتا جاتا۔

اسی طرح ایک شام کھڑکی کی جانب والا شخص اپنے ساتھی کو کھڑکی کے باہر کے مناظر تفصیلاً بیان

کر رہا تھا کہ دوسرا شخص اپنی آنکھیں بند کیے ہر چیز کا تصور کر رہا تھا۔ بند آنکھوں سے سب کچھ دیکھ رہا تھا کہ اچانک ایک شیطانی خیال نے اسے بھڑکایا۔

اس کے اندر حسد نے سر اٹھایا اور اس نے سوچا کہ صرف یہی شخص تمام مناظر کیوں دیکھے اور ان سے لطف اندوز ہو؟ ان مناظر پر میرا بھی حق ہے اگر میں کھڑکی کی جانب ہوتا تو خود ان تمام مناظر سے براہِ راست لطف اندوز ہوسکتا تھا۔ یہ ٹھیک نہیں کہ تمام خوشی اسی کو ملے۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کا حسد رفتہ رفتہ غصے میں بدلنے لگا۔ اس کا دل اپنے ساتھی سے متنفر ہونے لگا اور وہ سوچنے لگا کہ کھڑکی والی جانب اُسے ہونا چاہیے۔ ان خیالات نے اس کے اندر بے چینی کی ایک لہر پیدا کر دی اس کی نیند اُڑ گئی اور وہ سوچنے لگا کہ کس طرح کھڑکی والی جگہ حاصل کرسکتا ہے۔

انہی خیالات میں گم ایک رات وہ چھت کو گھور رہا تھا کہ کھڑکی کی جانب والے شخص کو اچانک کھانسی شروع ہوگئی۔ کھانسی کا دورہ اس قدر شدید تھا کہ اس کی سانس اکھڑنے لگی۔ اس میں اتنی ہمت نہیں ہو پا رہی تھی کہ وہ ایمرجنسی کا بٹن دبا دیتا۔ حسد اور غصے سے بھرا شخص اپنے ساتھی کو موت کے مونہہ میں جاتا دیکھتا رہا اور اس کی کوئی مدد نہ کی یہاں تک کہ اس کی کھانسی رک گئی اور پورے کمرے میں گہری خاموشی چھا گئی، موت کی خاموشی۔

اگلی صبح جب نرس کمرے میں آئی تو کھڑکی والے شخص کو مردہ پایا۔ جب اگلے روز اس شخص کی میت کو کمرے سے لے جایا جا چکا تو کمرے میں رہ جانے والے اکیلے آدمی نے نرس سے اپنا پلنگ کھڑکی کی جانب لگانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ نرس نے اس کی اس خواہش کو بخوشی قبول کرلیا اور اس کا بستر کھڑکی کی جانب منتقل کروا دیا گیا۔

جب کمرا صاف ستھرا کر دیا گیا تو وہ اکیلا شخص بہت خوش ہوا کہ اب میں خود تمام مناظر سے لطف اٹھا سکوں گا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے بہت ہمت کر کے اپنی کہنی کا سہارا لے کر تھوڑا سا سر اٹھا کر کھڑکی سے باہر دیکھنے کی کوشش کی کہ اب خود ان تمام مناظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے گا۔ باہر کی دنیا کے رنگ دیکھ سکے گا۔ جھیل اور بچے دیکھ سکے گا اور خوشیاں اور محبتیں سب کچھ خود محسوس کر سکے گا۔

لیکن جب اس نے انتہائی تکلیف سے سر اٹھا کر کھڑکی سے باہر دیکھا تو وہاں اسے ایک بڑی سی دیوار کے سوا کچھ نظر نہیں آیا۔ اُس دیوار کو دیکھ کر وہ حیرت اور غم سے ساکن ہو گیا لیکن اب کچھ نہیں ہوسکتا تھا۔

☆☆☆☆☆

یہی حال ہماری زندگی کا ہے۔ دیکھنے میں

سامنے والا بہت خوش اور مطمئن نظر آرہا ہوتا ہے۔ مگر خوشیاں صرف آپ کے اپنے انتخاب کا نتیجہ ہوتی ہیں۔حالات کیسے بھی ہوں، اگر آپ چاہیں گے تو خوشی آپ کی ہوگی، اگر آپ خود ہی خوش اور مطمئن رہنا نہیں چاہتے تو آپ کبھی زندگی میں اسے پا نہیں سکتے۔

خوشی آپ کے دروازے پر دستک دے کر نہیں آتی بلکہ یہ صرف ہمارا اپنا رویہ ہوتا ہے۔ جو لوگ انتظار کرتے ہیں کہ ان کو خوشی ملے گی تو وہ ان کی زندگی میں کبھی نہیں آئے گی۔

خوشی اور اطمینان آپ کے اندر ہوتا ہے اور اگر آپ کا رویہ مثبت ہے تو آپ کے ہر جانب سکون اور اطمینان ہوگا اور خوشیاں ہی خوشیاں ہوں گی۔

☆☆☆☆☆

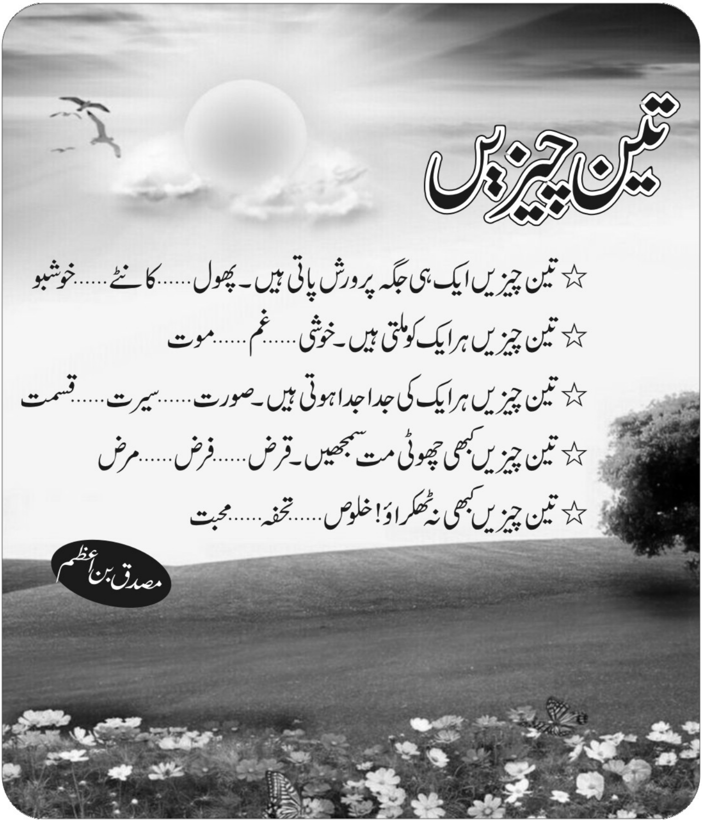

تین چیزیں

☆ تین چیزیں ایک ہی جگہ پرورش پاتی ہیں۔ پھول......کانٹے......خوشبو

☆ تین چیزیں ہر ایک کو ملتی ہیں۔خوشی......غم......موت

☆ تین چیزیں ہر ایک کی جدا جدا ہوتی ہیں۔صورت......سیرت......قسمت

☆ تین چیزیں کبھی چھوٹی مت سمجھیں۔قرض......فرض......مرض

☆ تین چیزیں کبھی نہ ٹھکراؤ! خلوص......تحفہ......محبت

مصدق بن اعظم

10 نبوی نصیحتیں

حواء بنت زبیر

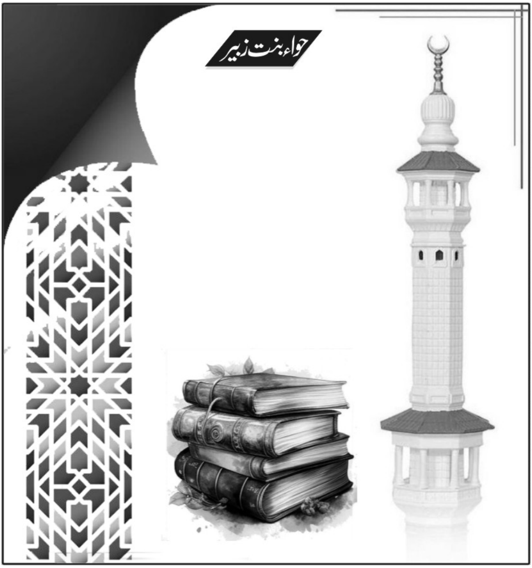

سرور کائنات رسول اللہ ﷺ کی وہ دس نصائح جو آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو فرمائی تھیں۔

یہ ایسی قیمتی نصیحتیں ہیں جنہیں ہر انسان کو لازماً اختیار کرنا چاہیے۔

مسند احمد میں حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے اور صاحب مشکوٰۃ نے بھی اسے نقل کیا ہے کہ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے دس باتوں کی بطورخاص نصیحت فرمائی، جویہ ہیں:

(۱) اے معاذ! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، اگرچہ تجھے جلا دیا جائے یا قتل کر دیا جائے۔

شرک سب گناہوں سے بڑا گناہ اور سب نافرمانیوں سے بڑی نافرمانی ہے جو اللہ تعالیٰ کو کسی حالت میں گوارا نہیں ہے۔ جناب نبی اکرم ﷺ اور دوسرے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کا اولین نکتہ یہی رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا جائے اور اس کی ذات، صفات، اختیارات اور افعال میں کسی اور کو شریک نہ مانا جائے، حتیٰ کہ اگر کسی موقع پر ایک مسلمان کو شرک اور قتل میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا پڑے تو اس

کے لیے عزیمت کا راستہ یہی ہے کہ وہ قتل ہونا قبول کرلے مگر اپنے ایمان کو شرک سے آلودہ نہ کرے۔

٢ ماں باپ کی نافرمانی ہرگز نہ کرنا اگرچہ وہ تجھے گھربار چھوڑ دینے کا حکم دیں۔

قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے متعدد مقامات پر اپنی توحید اور بندگی کے ساتھ ماں باپ کی فرمانبرداری اوران کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے جس کی وجہ مفسرین کرامؒ یہ بیان فرماتے ہیں کہ انسان کے پاس سب سے بڑی دولت اور نعمت اس کی زندگی ہے، اور زندگی دینے والا خدا ہے مگر انسان کے وجود اور زندگی کا ظاہری ذریعہ ماں باپ ہیں۔ اس لیے جس طرح اللہ تعالیٰ کا شکرگزار رہنا ضروری ہے اسی طرح ماں باپ کی شکرگزاری بھی واجب ہے اور ماں باپ کا حق یہ ہے کہ جب تک وہ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کسی واضح حکم کی خلاف ورزی کی بات نہ کریں ان کے حکم کو ماننا شرعاً ضروری ہے۔

٣ فرض نماز عمداً ہرگز ترک نہ کرنا کیونکہ جس نے فرض نماز جان بوجھ کر چھوڑ دی اللہ تعالیٰ کا ذمہ اس سے اٹھ گیا۔

ہر مسلمان مرد اور عورت پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں جن کو بلاعذر ترک کرنا کبیرہ گناہ ہے، اور اگر کوئی فرض نماز رہ گئی ہے تو جب تک اس کی قضا نہیں کرے گا اور توبہ استغفار نہیں کرے گا یہ گناہ معاف نہیں ہوگا۔ اس لیے ہر مسلمان کو نماز کی پابندی کرنی چاہیے۔ جو مسلمان نمازوں کی پابندی کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت کی نگرانی اور حفاظت میں آجاتا ہے اور جب کوئی شخص جان بوجھ کر فرض نماز ترک کرتا ہے تو یہ حفاظت اس سے اٹھ جاتی ہے۔

٤ شراب ہرگز نہ پینا۔ اس لیے کہ یہ ہر برائی کی جڑ ہے۔

شراب کو قرآن کریم نے ''گندگی'' کہا ہے اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ''ام الخبائث'' قرار دیا ہے۔ شراب اسلام میں حرام ہے اور شراب کی طرح ہر وہ چیز حرام ہے جو نشہ دیتی ہے۔

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ نشہ دینے والی ہر چیز حرام ہے اور اس کا استعمال کبیرہ گناہ ہے۔

اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ ایسی گندگی سے خود کو دور رکھے اور شراب سمیت نشہ والی کوئی چیز استعمال نہ کرے۔

٥ نافرمانی سے بچ کر رہنا اس لیے کہ نافرمانی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بنتی ہے۔

یہاں نافرمانی سے مراد کسی انسان کا وہ عمومی رویہ ہے جو وہ احکام الٰہی کے بارے میں اختیار کرتا ہے۔ کسی فریضہ میں اچانک کوتاہی ہوگئی ہے یا کسی شرعی حکم پر عمل نہیں ہوسکا تو یہ گناہ کی بات

ہے اور اس کی تلافی اور معافی کی کوشش کرنی چاہیے، لیکن شرعی احکام کے بارے میں کسی کا عمومی طرز عمل ہی یہ ہو گیا ہے کہ نہ ماننے اور عمل نہ کرنے کا مزاج بن گیا تو ایسا شخص ''نافرمان'' کہلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا مستوجب قرار پاتا ہے۔ اس لیے ہم سب کو اپنے عمومی طرز عمل کا جائزہ لینا چاہیے کہ قرآن و سنت کے احکام اور ہدایات کے حوالہ سے ہمارا رویہ کیا ہے اور ایسے طرز عمل سے گریز کرنا چاہیے جس پر نافرمانی کا اطلاق ہو سکے۔

٦ میدان جنگ سے فرار اختیار نہ کرنا اگرچہ لوگ ہلاک ہو رہے ہوں۔

جہاد اور اس میں ثابت قدمی دینی تقاضوں اور فرائض میں سے ہے اور میدان جہاد میں دشمن سے لڑتے ہوئے موت کے خوف سے بھاگنا کبیرہ گناہ ہے جس کی قرآن کریم نے مذمت کی ہے۔

اس لیے کہ موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جو اپنے وقت پر ہر حالت میں آ کر رہے گی اور جہاد سے بھاگنا دراصل اللہ تعالیٰ کے حکم سے بھاگنا ہے جو شدید ترین نافرمانی ہے۔

البتہ جنگی حکمت کے تحت جگہ بدلنا اور عسکری ضرورت کے تحت پیچھے ہٹنا اس میں شامل نہیں ہے۔

٧ جب کسی جگہ موت کی وبا ہو اور تم وہاں ہو تو ثابت قدم رہو۔

شرعی مسئلہ یہ ہے اور جناب نبی اکرم ﷺ کی ہدایت ہے کہ اگر کسی جگہ ایسی وبا پھیل جائے کہ عام موتیں ہو رہی ہوں مثلاً ہیضہ اور طاعون وغیرہ تو وہاں رہنے والوں میں سے کوئی باہر نہ جائے، اور نہ ہی باہر سے کوئی وہاں جائے۔ اس پس منظر میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر ایسی صورتحال پیش آ جائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم اور تقدیر پر صابر و شاکر رہتے ہوئے وہاں سے فرار اختیار نہ کیا جائے۔

٨ اہل و عیال پر اپنی طاقت کے مطابق خرچ کرتے رہو۔

گھر کے سربراہ پر اہل و عیال کی کفالت کی ذمہ داری ہے اور بیوی بچوں اور زیر کفالت افراد کے اخراجات اس کا ذمہ ہیں۔ لیکن اس کے لیے ہدایت یہ ہے کہ اس کی مالی حیثیت کے مطابق ہوں، اگر وہ اپنی حیثیت اور وسعت سے کم خرچ کرتا ہے اور ضروریات فراہم نہیں کرتا تو وہ بیوی بچوں کی حق تلفی کر رہا ہے اور اگر بیوی بچے اس کی حیثیت اور طاقت سے زیادہ کا اس سے مطالبہ کرتے ہیں تو وہ اس کے ساتھ ناانصافی کر رہے ہیں۔ اسلام نے اس بارے میں حقیقت پسندی اور میانہ روی اختیار کرنے کا حکم دیا۔

ہمارے ہاں عام طور پر اس سلسلہ میں کوتاہی ہوتی ہے جس سے خاندان اور معاشرت کے نظام

میں بہت سی خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں۔ اگر ہم سب اپنے اپنے طرزِ عمل پر نظرِ ثانی کرتے ہوئے اسلامی تعلیمات کے مطابق میانہ روی اور توازن اختیار کریں تو بے شمار مسائل سے خود بخود جان چھوٹ جائے۔

(۹) گھر والوں سے اپنے ادب کا ڈنڈا نہ اٹھاؤ۔

یہ محاورہ کی زبان میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ گھر کے سربراہ کی حیثیت سے اس کا رعب گھر کے ماحول میں قائم رہنا چاہیے تاکہ گھر کا نظام صحیح طریقہ سے چلتا رہے اور کوئی خرابی نظر آئے تو وہ اس کی اصلاح کر سکے۔

ضروری نہیں کہ ڈنڈا ہاتھ میں لے کر گھر والوں پر برساتا ہی رہے، اصل مقصد گھر کے نظام کا کنٹرول اور اس کے ذریعے خرابیوں کی اصلاح اور نظام کو صحیح طور پر چلانا ہے، جو حکمت و دانش اور محبت و اعتماد کی فضا میں زیادہ مؤثر طریقہ سے قائم ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں خود جناب نبی اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ یہ ہے کہ انہوں نے زندگی بھر کسی بیوی، بچے حتیٰ کہ خادم پر بھی کبھی ہاتھ نہیں اٹھایا اور محبت و اعتماد کے ساتھ گھر کے نظام کو کنٹرول میں رکھا ہے۔

البتہ کبھی اشد مجبوری ہو اور اصلاح کے دیگر ذرائع ناکام ہو جائیں تو بقدرِ ضرورت ڈنڈے کے استعمال کی بھی گنجائش موجود ہے۔

(۱۰) اور ان کو اللہ تعالیٰ کے معاملات میں ڈراتے رہو۔

یعنی بیوی بچوں اور زیرِ کفالت افراد کے بارے میں گھر کے سربراہ کی صرف یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ ان کو کھلائے پلائے اور ان کی ضروریاتِ زندگی کی کفالت کرے۔ بلکہ یہ بھی اس کی ذمہ داری میں شامل ہے کہ ان کی دینی تعلیم و تربیت، اخلاق و عادات کی اصلاح اور ایمان و عقیدہ کی درستگی و پختگی کا خیال رکھے۔

کیونکہ اگر گھر کے سربراہ کی غفلت اور بے پرواہی کی وجہ سے گھر کے افراد دین سے دور رہیں گے، ان کے عقائد خراب ہوں گے، اعمال و عبادات میں کوتاہی ہوگی اور اخلاق و عادت میں بگاڑ ہوگا تو ان کے گناہ اور ذمہ داری میں وہ بھی شریک شمار ہوگا۔ اس لیے اس طرف بھی خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو جناب نبی اکرم ﷺ کی ان ہدایات پر عمل کی توفیق عطاء فرمائیں۔

آمین یارب العالمین

☆☆☆☆

انسان کے منہ میں کچھ ایسے جراثیم ہوتے ہیں جو برش اور ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنے سے دور نہیں ہوتے بلکہ ان کو صرف اور صرف مسواک سے ہی دور کیا جاسکتا ہے۔طب اور میڈیکل سائنس کا کہنا ہے کہ مسواک سے دماغ کو نہ صرف قوت ملتی ہے بلکہ اس میں تیزی بھی آتی ہے۔ڈاکٹر کہتے ہیں کہ بعض ایسے مریض ہوتے ہیں جو کانوں کے ورم، پیپ اور درد میں مبتلا ہوتے ہیں اور مہنگے سے مہنگا علاج کروانے کے باوجود انہیں تکلیف سے نجات نہیں ملتی۔

جب تشخیص کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مسوڑھوں میں پیپ پڑ گئی ہے اور سارا منہ تعفن سے بھرپور ہے۔جب مسوڑھوں کا علاج کیا جاتا ہے اور ان مریضوں کو باقاعدگی سے مسواک کرنے کا کہا جاتا ہے تو ساتھ ہی ان کے کان بھی بالکل ٹھیک ہوجاتے ہیں۔

اسی طرح آنکھوں کی بیماریوں اور نظر کے امراض میں بھی دانتوں کی عدم صفائی کا بڑا عمل دخل ہے۔کمزور بینائی کے مریضوں میں متعدد مریض ایسے ہوتے ہیں جن کے دانتوں میں صفائی کی غفلت آنکھوں کی بیماریوں کا بڑا سبب ہوتی ہے۔

تحقیق کے مطابق 80 فیصد امراض کی وجہ معدے اور دانتوں کی بیماریاں ہیں۔

سعودی عرب کے مشہور ڈاکٹر عبداللہ مسعود السعید کی تحقیق کے مطابق پیلو کی تازہ مسواک میں 19 قسم کے مختلف کیمیائی اجزاء موجود ہوتے ہیں جن میں سے بعض ایسے قدرتی دافع عفونت اور

محمد طارق

اینٹی سپٹک ہوتے ہیں جن کا اثر پنسلین سے ملتا جلتا ہے۔

مسواک کرتے وقت یہ اجزاء لعاب دہن کے ساتھ مل کر ایسا جراثیم کُش محلول تیار کرتے ہیں، جس میں موجود سنگرین، سوڈیم کاربونیٹ اور ٹینک ایسڈ دانتوں میں پیدا ہونے والے نقصان دہ جراثیم (بیکٹیریاز) کا خاتمہ کر کے مسوڑھوں سے خون اور پیپ کا اخراج بند کرتے ہیں اور مسوڑھوں کے ریشوں کو سکیڑ کر مضبوط بناتے ہیں۔ پیلو کی مسواک بیک وقت قدرتی ٹوتھ برش اور ٹوتھ پیسٹ کا کام دے کر دانتوں کی صحت و توانائی کا باعث بنتی ہے۔

ماہرین کے تجربات سے ثابت شدہ ہے کہ 80 فیصد امراض کی وجہ معدے اور دانتوں کی بیماریاں ہوتی ہیں، اسی وجہ سے آج کل ہر دوسرا شخص معدے کے امراض میں مبتلا ہے۔ اسی طرح گلا خراب ہونے کی وجہ سے بخار ہو جاتا ہے، جس کو عرف عام میں گلے پڑنا (Tonsillitis) بھی کہا جاتا ہے۔ کچھ لوگ مخصوص افراد یا عورتوں سے گلا اٹھواتے ہیں یہ عمل مسواک کے ذریعے خود بھی کیا جا سکتا ہے، اگر آپ پانچ وقت وضو کرتے ہوئے مسواک کے ذریعے اپنے گلے اٹھالیں تو آپ کے گلے کا مسئلہ مستقل حل ہو جائے گا اور آپ گلے کی خرابی، نزلہ، زکام اور بخار سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

جدید سائنسی تحقیق

جدید سائنسی تحقیق نے ثابت کر دیا ہے کہ دانتوں کی صفائی کیلئے مسواک سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ تحقیق کے مطابق مسواک میں بیکٹیریا کو ختم کرنے کی صلاحیت کسی بھی دوسرے طریقہ کی نسبت 50 فیصد زیادہ ہے۔

مسواک کے ریشے بیکٹیریا کو براہ راست چھوئے بغیر ہی ختم کر دیتے ہیں اور دانتوں کی متعدد بیماریوں سے بچاتے ہیں۔ اگر مسواک کو صحیح طور پر استعمال کیا جائے تو یہ دانتوں کی صفائی، منہ کی صفائی اور مسوڑھوں کی صحت کا بہترین ذریعہ ہے۔ سائنس دانوں کی تحقیق کے مطابق مسواک کرنے والے لوگ منہ اور گلے کے کینسر سے محفوظ رہتے ہیں۔

پیلو کی مسواک میں 32 قسم کی دھاتیں موجود ہوتی ہیں جو منہ کو کئی خطرناک بیماریوں سے محفوظ رکھتی ہیں اور دانتوں میں کیڑا نہیں لگتا، مسواک میں شامل اجزاء نظام انہضام کو بہتر بناتے ہیں اور خوراک کو ہضم ہونے میں مدد دیتے ہیں۔

مسواک کرنے کے اوقات

نماز سے پہلے۔

کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد۔

رات کو سوتے وقت اور صبح اٹھنے کے بعد

مسواک لازمی استعمال کریں۔

نبی کریم ﷺ جب بھی گھر تشریف لے جاتے تو پہلے مسواک کرتے۔(صحیح مسلم: 253)

مسواک کے فائدے

اگر آپ 5 وقت نماز سے پہلے الطیبہ پیلو مسواک ایک آدھ منٹ کیلئے استعمال کرلیں اور کھانا کھانے سے پہلے اور کھانا کھانے کے بعد ایک آدھ منٹ کیلئے مسواک کرلیں تو یقیناً احادیث ،طب اور سائنس کی روشنی میں آپ ان شاء اللہ مندرجہ ذیل بیماریوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

۱۔ دانتوں اور مسوڑھوں کی عام تکالیف اور بیماریاں۔

۲۔ دانت کو کیڑا لگنا۔

۳۔ دانتوں میں خوراک کے ذرات کا پھنس جانا۔

۴۔ مسوڑھوں کا پھول جانا اور ان میں پیپ پڑنا۔

۵۔ گلے خراب ہونا اور پھر بخار ہو جانا۔

۶۔ گلے اور معدے کے بعض امراض۔

۷۔ آنکھوں کی بعض تکالیف۔

۸۔ ناک اور کان کی بعض تکالیف۔

۹۔ نظام انہضام کے عمومی مسائل

۱۰۔ پیلو مسواک میں فاسفورس کی ایک مخصوص مقدار موجود ہوتی ہے جو دماغ اور نظر کو تیز کرتی ہے۔ پیلو مسواک کے مستقل استعمال سے دائمی نزلہ و زکام جیسی عام بیماریوں سے چھٹکارا حاصل ہوسکتا ہے۔

مسواک......مہنگائی میں سستا اور قدرتی تحفہ

بنی نوع انسان کی تخلیق سے لے کر دور حاضر تک دانتوں کی صفائی ہر دور میں انتہائی اہم رہی ہے جس کیلئے مسواک آج بھی اتنی ہی فائدہ مند ہے جتنی کہ انبیائے کرام کے ادوار میں ہوا کرتی تھی۔ جدید دور میں ٹوتھ برش کو مسواک کا نعم البدل بلکہ مسواک سے بہتر سمجھا جاتا ہے لیکن سائنسی تحقیق نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مسواک برش سے کئی گنا بہتر ہے کیونکہ مسواک استعمال کے ساتھ ساتھ آگے سے کم ہوتی جاتی ہے اور ہر دفعہ مسواک کے نئے ریشوں سے دانتوں کی صفائی ہوتی ہے جبکہ ٹوتھ برش کے وہی ریشے ہر دفعہ استعمال ہوتے ہیں جن میں مہلک جراثیم کی تہہ موجود رہتی ہے اور دھونے کے باوجود بھی ختم نہیں ہوتی اور بے شمار بیماریوں کا باعث بنتی ہے۔

مہنگائی کے اس دور میں ایک عام ٹوتھ برش (علاوہ ٹوتھ پیسٹ) کم از کم 100 روپے میں ملتا ہے جسے میڈیکل سائنس کے مطابق صرف اور صرف ایک ہی دفعہ استعمال کیا جاسکتا ہے جبکہ پیلو مسواک کے ریشے اپنی نرمی کی وجہ سے ہر دفعہ استعمال کرنے پر خود بخود جھڑتے جاتے ہیں اور

ہر دفعہ تازہ ریشے آپ کے دانتوں کو صاف کرتے ہیں۔

مسواک تیار کرنے کا طریقہ

مسواک استعمال کرنے سے پہلے مسواک کو پانی سے دھولیں اس کے بعد مسواک کے موٹے سرے کو تقریباً آدھا انچ تک دانتوں سے چبائیں تاکہ مسواک کے اوپر والی چھال اتر جائے اور مسواک کے ریشے نرم ہو جائیں۔

مسواک کا برش تیار ہونے کے بعد مسواک کو دانتوں سے دائیں بائیں، اوپر نیچے، اندر باہر، زبان کے اوپر نیچے، اور حلق پر استعمال کریں۔ اس کے بعد مسواک دونوں طرف کی داڑھوں میں رکھ کر دبائیں تاکہ مسواک میں موجود قدرتی اجزاء لعابِ دہن میں شامل ہو جائیں اور پورے منہ اور گلے کی اچھی طرح صفائی ہو سکے۔

جب بچے کے دانت نکلنے شروع ہوں تو 3، 4 انچ کی مسواک تیار کر کے بچے کو چبانے کیلئے دیں، جس سے بچے کے دانت نکلنے میں آسانی ہوگی اور آہستہ آہستہ بچہ خود بخود مسواک کو چبانا اور دانتوں کو صاف کرنا شروع کر دے گا۔

عام طور پر جب بچے کے دانت نکلنا شروع ہوتے ہیں تو مائیں بچوں کو ربڑ کا ایک ٹکڑا چبانے کیلئے دیتی ہیں جو بچے اکثر زمین پر گرا دیتے ہیں اور پھر ویسے ہی گندی حالت میں اٹھا کر منہ میں ڈال لیتے ہیں جس کی وجہ سے بچے کو مختلف بیماریاں اور موشن وغیرہ لگ جاتے ہیں۔

یہ طریقہ ویسے ہی فطرت کے خلاف اور بچے کی صحت کیلئے نقصان دہ ہے۔

ماؤں کو چاہئے کہ وہ بچوں کو ربڑ کا ٹکڑا دینے کی بجائے مسواک (جو کہ کافی نرم ہوتی ہے) چبانے کیلئے دیں جس سے بچے کے مسوڑھوں میں تکلیف نہیں رہے گی اور دانت نکلنے میں بھی آسانی ہوگی۔ اگر بچپن سے ہی بچوں کو مسواک کی عادت ڈال دی جائے تو نہ ہی بچوں کے دانت خراب ہوں گے اور نہ ہی ان میں کھوڑ اور کیڑا وغیرہ لگے گا اور آخری عمر تک بچے سنت نبوی پر عمل کرتے رہیں گے۔

مسواک کے متعلق ارشاداتِ نبوی ﷺ

اگر میں اپنی امت کیلئے مشکل نہ جانتا تو انہیں ہر نماز سے پہلے مسواک کا حکم دیتا۔ (بخاری)

مسواک منہ کیلئے پاکیزگی کا سبب اور اللہ کی رضامندی کا ذریعہ ہے۔ (صحیح بخاری)

اسلام سے زیادہ آسان کون سا دین ہو سکتا ہے جو آپ کی صفائی کو ہی آپ کا نصف ایمان قرار دیتا ہو۔ آپ سے گزارش ہے کہ خود بھی مسواک کریں، اپنے گھر والوں کو اور دوست احباب کو بھی تلقین کریں۔

دن میں ایک دفعہ مسواک کرنے کے بعد نیم گرم پانی سے غرارے کرنا منہ اور گلے کیلئے نہایت فائدہ مند ہے۔

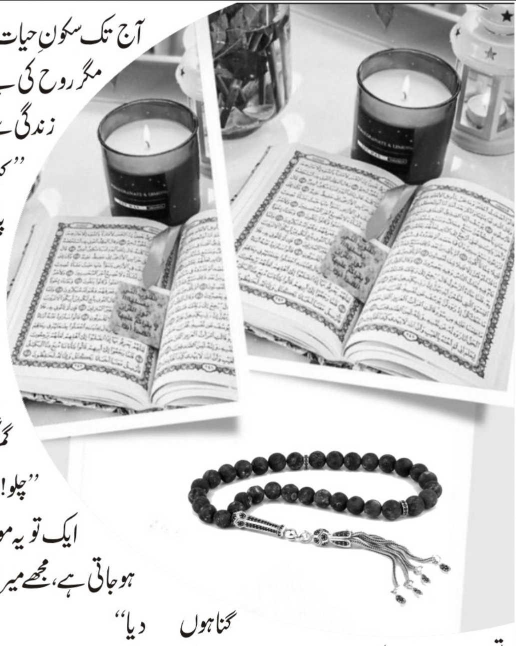

غافل وجود

میمونہ عظیم

گناہوں کا تسلسل دل کو زنگ آلود کر دیتا ہے، یہ قلب سیاہی کی زد میں آ کر نورِ ایمان کھوتا چلا جاتا ہے، پھر سکون (جس سے زندگی کی خوشیاں وابستہ ہیں) بھی رخصت ہو جاتا ہے۔

گانے سننا اس کے لیے عام سی بات تھی۔ وہ آج تک سکونِ حیات میوزک میں سمجھتی چلی آئی مگر روح کی بے چینی اور تشنگی اس کو پُرسکون زندگی سے محروم کر رہی تھی۔

''کیا کچھ نہیں ہے میرے پاس، ہر طرح کی نعمت سے مجھے سرفراز کیا گیا ہے لیکن قلبی چین پھر بھی نہیں مل رہا۔'' عائزہ اپنا سر پکڑے پریشان حال اسی سوچ میں گم تھی۔

''چلو! ایک گانا سن لیتی ہوں۔ ایک تو یہ موبائل بھی، جلد ہی بیٹری لو ہو جاتی ہے، مجھے میرا فیورٹ سونگ بھی سننے نہیں دیا''

عائزہ موبائل کو بیڈ پر پٹختے ہوئے باہر چلی گئی۔

☆☆☆

''چلو نا! باہر چل کر گراؤنڈ میں بیٹھتے ہیں اور آئس کریم انجوائے کرتے ہیں۔'' عائزہ نے فرزین

کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

’’ارے یار! اذانِ عصر ہونے کو ہے، نماز پڑھ کر پھر چلتے ہیں۔‘‘ فرزین عائزہ کا ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولی۔

’’نہیں فرزین! بعد میں پھر اسائمنٹ بنانی ہے، بہت الجھن کا شکار ہوں، چاہتی ہوں تھوڑا فریش ہو کر کالج کا کام کرلوں‘‘

’’اللہ اکبر، اللہ اکبر‘‘ کی صدا بلند ہونے لگی۔

’’چلو آؤ! اب نماز پڑھتے ہیں، اذان بھی ہو چکی ورنہ تاخیر کا شکار ہوں گے۔‘‘ فرزین عائزہ کا ہاتھ پکڑ کر وضو خانے کی جانب چلدی۔

نمازِ عصر کے بعد دونوں جانب دعاؤں کا سلسلہ جاری تھا، عائزہ نے جھٹ پٹ چند جملے کہہ کر رسمِ دعا ادا کی اور فرزین کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگی۔

’’میرے اللہ! مجھے تو سکونِ زندگی سے کبھی محروم نہ کرنا‘‘ اشکبار آنکھیں، عجز و نیاز مندی سے بھرپور وجود پروردگار کے آگے سکون محسوس کر رہا تھا۔

دوسری جانب بے چین کھڑی منتظر عائزہ اس قدر ملالت و اکتاہٹ کا شکار تھی کہ خدا سے مانگنا بھی دشوار لگ رہا تھا۔

☆☆☆

فرزین دیندار، شریف گھرانے سے تعلق رکھنے والی نماز و باقی ارکان کی پابند لڑکی تھی، جبکہ عائزہ دوست کی معیت کے بسبب اس کی تاکید پر ہی نماز پڑھتی، باقی اس کو دنیا کی رنگینیوں نے کافی حد تک رنگ لیا تھا، وہ میوزک و گانوں سے محبت رکھنے والی کہ ہر وقت کان ہینڈ فری میں جکڑے ہوئے رکھتی اور اداسی کے وقت سونگ سن کر یا فلمیں دیکھ کر خود کو بہلاتی، اذان کی آواز کے بلند ہونے پر شرمسار ہوتی تو تھوڑی دیر میوٹ کرتی، پھر دوبارہ مگن ہو جاتی۔

☆☆☆

’’تمہیں نماز اور اللہ کی عبادت میں سکون ملتا ہے؟‘‘ عائزہ کے تعجبانہ سوالات کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔

’’آہاااا! سجدۂ خدا میں سکون ہی نہیں، لذت بھی ملتی ہے اور عبادت تو قلبی تسکین فراہم کرتی ہے‘‘ فرزین نے مسکرا کر کہا۔

’’تم گانے نہیں سنتی؟‘‘ عائزہ نے اگلا سوال کیا۔

’’نہیں! اس سے نفاق پیدا ہوتا ہے اور قلب پر زنگ لگ جاتا ہے پھر عبادت میں نہ مزہ آتا ہے اور نہ لذت ملتی ہے بلکہ ان میں منہمک ہو کر تو رفتہ رفتہ فرائض بھی چھوٹ جاتے ہیں‘‘ فرزین نے ایک ہی جملے میں نقصانات کو منحصر کیا۔

’’مانا کہ میری زندگی سکون سے خالی ہے مگر میوزک چھوڑنا میرے لیے مشکل ہو چکا ہے‘‘ عائزہ نے مایوس ہو کر کہا۔

’’پیاری عائزہ! یہ میوزک ہی ہے جو تمہیں یادِ خدا سے غافل کر رہا ہے، جس کی بنا پر تمہارا دل سیاہ ہو کر سکون کھو رہا ہے‘‘فرزین نے توجہ دلانا چاہی۔

’’فرزین! میرا تو حال یہ ہے کہ نماز پڑھنے کو بھی دل نہیں چاہتا‘‘ عائزہ نے غمزدہ ہو کر کہا۔

’’میری پیاری دوست! تم میوزک چھوڑ دو، تمہاری روح پیاسی ہے، دل بے قرار ہے، تمہاری خوشی کا راز رب کی عبادت و بندگی میں پوشیدہ ہے، پھر دیکھنا! تمہاری زندگی کی بہاریں لوٹ آئیں گی اور تمہیں سکون، فرحت و طمانیت بھری زندگی نصیب ہوگی‘‘ فرزین غمزدہ عائزہ کو سمجھانے لگی۔

’’ٹھیک ہے فرزین! میں اپنی بھرپور کوشش کروں گی اور تم بھی دعاء کرنا کہ میوزک چھوڑنا آسان ہو جائے، عبادت میں دل لگے اور سکونِ زندگی نصیب ہو جائے۔‘‘ عائزہ سوچ و بچار کے بعد گویا ہوئی۔

’’اللہ آپ کو اپنا قربِ خاص عطاء فرمائے‘‘

’’آمین یارب العالمین، فرزین تم میرے لیے دعاء کیا کرو کہ اللہ مجھے ہدایت عطاء فرمائے، واللہ سکونِ زندگی کھو چکی ہوں، زندگی بے مقصد سی لگتی ہے‘‘ عائزہ نے فکرمند ہو کر کہا

’’یہی تمہارا ایمان ہے عائزہ! تمہیں فکر ہو رہی ہے، یہی کافی ہے، اب اللہ کے حضور توبہ کرنا اور جتنا ہو سکے بچنے کی کوشش کرنا ٹھیک ہے نا؟‘‘

فرزین نے عائزہ کا ہاتھ تھام کر کہا

’’ٹھیک ہے فرزین! بھرپور کوشش کروں گی، اور اللہ کا شکر کہ اس نے مجھے آپ جیسی دوست عطاء فرمائی‘‘

عائزہ نے مخلصانہ انداز میں خوش ہو کر کہا۔

’’اس ذات کا کرم ہے پیاری! ورنہ میں اس قابل کہاں؟‘‘

فرزین کا سمجھانا آخر رنگ لا رہا تھا اور عائزہ خود کو بدلنے کے عزم میں خوش نظر آ رہی تھی۔

☆☆☆

زندگی کے مختلف اطوار میں دوست اور بہترین ساتھیوں کی ضرورت پڑتی ہے جو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کے لیے کارِ آمد ثابت ہوں۔

لہٰذا ایسے دوستوں کی قدر کریں اور یاد رہے یہ لعنت میوزک اک شیطانی عمل ہے۔ بروز قیامت میوزک سننے والے کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈال دیا جائے گا، لہٰذا میوزک ہو یا یادِ الٰہی سے غافل کرنے والے اعمال، ان تمام سے گریز کریں، ورنہ حاصل سکونِ زندگی اور اخروی نجات سے محرومیت ہو گا۔

☆☆☆

ابوشفاء

راز سربستہ

دنیا کی دس سب سے بڑی چیزیں

دنیا کا سب سے بڑا جانور کونسا ہے؟ اچھا سب سے بڑی مسجد؟ چلیں سب سے بڑے پھل کا ہی بتا دیں؟ ہوسکتا ہے کہ آپ کو ان سوالات کے جوابات معلوم ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ نہ ہو مگر دنیا میں ایسے چیزوں کی کمی نہیں جو ہمارے اندازوں سے زیادہ بڑی ہوتی ہیں۔

جیسے پھل کا حجم ہماری توقع سے زیادہ بڑا ہوسکتا ہے، جزیرے کسی ملک جیسے ہوسکتے ہیں اور ایسی چھپکلیاں جن کا سائز انہیں ڈریگن بنا دیتی ہیں۔

تو ہماری دنیا میں ایسی چیزوں کی کمی نہیں جو اپنے حجم کے لحاظ سے سب سے بڑی کہلائی جاسکتی ہیں اور ان میں سے چند کی تفصیلات و تصاویر آپ کو یقیناً حیران کردیں گے۔

سون ڈونگ غاریں

ویت نام میں واقع یہ غاریں 1991 میں ایک مقامی شخص نے دریافت کی تھیں اور یہ دنیا کا سب سے بڑا غاروں کا سلسلہ قرار دیا جاتا ہے۔ جس کے اندر ایک بڑا دریا بہتا ہے جبکہ اس کی گہرائی 490 فٹ اور لمبائی 30 ہزار فٹ ہے جبکہ اس کے اندر ہوائیں بھرپور رفتار سے چلتی ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ جیسے ہر وقت آندھی سی آئی ہوئی ہے۔ تاہم اس کی خوبصورتی دیکھنے والوں کو ضرور دنگ کر کے رکھ دیتی ہے۔

دبئی مال

یہ دنیا کا اب تک کا سب سے بڑا خریداری کا مرکز ہے جو مجموعی طور پر 13 ملین اسکوائر فٹ تک پھیلا ہوا ہے اور اس کے اندر 1200 ریٹیل شاپس موجود ہیں۔ اس میں برف میں اسکیٹنگ کے لیے ایک حصہ مخصوص ہے، زیر آب چڑیا گھر، ایک بڑی آبشار اور مچھلی گھر وغیرہ بھی اس

کا حصہ ہے۔اس کے اوپری حصے میں 22 سینما، ایک لگژری ہوٹل اور سو سے زائد ریسٹورنٹس و کیفے وغیرہ بھی موجود ہیں۔

ہاتھی

ہاتھی خشکی پر پائے جانے والے سب سے بڑے زندہ جاندار کا اعزاز اپنے نام رکھتے ہیں۔ ان کی لمبائی 10 سے 13 فٹ اور وزن 15 ہزار پونڈز تک ہوسکتا ہے۔اس کے ہڈیاں اور جسمانی حصے بالکل مختلف ہوتے ہیں اور ہر ایک کا کام منفرد ہوتا ہے جو اس بڑے جانور کو زندہ رہنے اور روزمرہ کے کام میں مدد فراہم کرتے ہیں۔اس

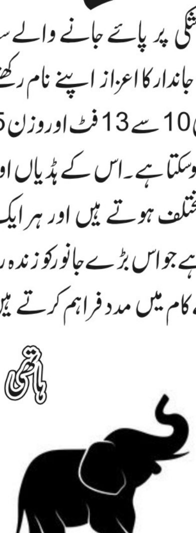

کے بڑے کان اس کے سننے کی حس کو زبردست بنا دیتے ہیں جبکہ اس کی سونڈ 5 مختلف کاموں میں مددگار ثابت ہوتی ہے جن میں سانس لینا، بولنا، سونگھنا، چھونا اور چیزوں کو پکڑنا وغیرہ۔

جیک فروٹ

آپ اس عجیب شکل کے پھل کو جنوب مشرقی اور جنوبی ایشیاء میں دریافت کرسکتے ہیں اور یہ دنیا میں کسی درخت پر اگنے والا سب سے بڑا پھل قرار دیا جاتا ہے۔اس کے علاوہ یہ بنگلہ دیش کا قومی پھل بھی ہے اور یہ جسم کے لیے صحت مند

فائبر کے حصول کا بہترین ذریعہ بھی ہے۔

مسجد الحرام

مکہ مکرمہ میں واقع مسجد الحرام دنیا کی سب سے بڑی مسجد ہے جسے اسلامی دنیا کے مقدس ترین مقام کا درجہ بھی حاصل ہے۔یہ مسجد 88 ایکڑ تک پھیلی ہوئی ہے جس میں مزید توسیع بھی ہوتی رہتی ہے جبکہ یہاں ہر سال حج کا انعقاد بھی ہوتا

ہے جو دنیا میں لوگوں کی تعداد کے حوالے سے سب سے بڑا اجتماع بھی ہے۔

گریٹ بیریئر ریف

دنیا میں مونگوں کی سب سے بڑی چٹان، جو ایک لاکھ 33 ہزار اسکوائر میل پر پھیلی ہوئی ہے، طویل عرصے سے سیاحوں کی توجہ کا مرکز ہے، مگر ماحولیاتی چیلنجز کے باعث اس مقام کو نقصان پہنچ رہا ہے، جبکہ سمندری درجہ حرارت میں اضافے اور آلودگی کے باعث آئندہ 100 برسوں میں اس قدرتی عجوبے کے تباہ ہونے کا خدشہ ہے جبکہ کچھ ماہرین تو اس سے بھی بڑھ کر خدشہ ظاہر کرتے ہیں

کہ 2030 تک ہی یہ مقام مکمل طور پر غائب ہو جائے گا۔

گرین لینڈ

دنیا کا سب سے بڑا جزیرہ گرین لینڈ کہلاتا ہے اور یہ دنیا میں سب سے کم آبادی رکھنے والا ملک بھی قرار دیا جاتا ہے۔ اس جزیرے یا ملک کا بڑا حصہ برف سے ڈھکا رہتا ہے اور اس کو گرین لینڈ کا

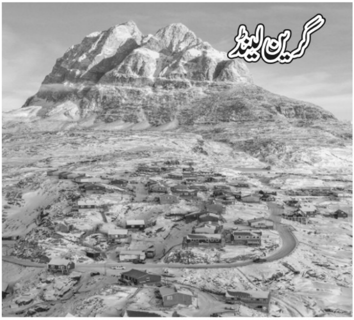

نام یہاں آنے والے اولین اسکینڈے نیوین رہائشیوں نے دیا تھا۔

سلار ڈی یونی سالٹ

چار ہزار اسکوائر میل سے زائد علاقے پر پھیلا سلار ڈی یونی سالٹ دنیا میں نمک کا سب سے بڑا میدان ہے۔ بولیویا کے اس مقام پر پہنچ کو انسان کو لگتا ہے کہ زمین اور آسمان ایک دوسرے سے مل رہے ہیں اور یہ نظارہ حواس پر جادو سا کر دیتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جو شخص ایک بار یہاں گھوم

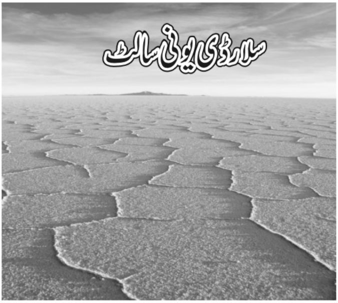

لے وہ اس جگہ کو کبھی بھول نہیں پاتا۔ خاص طور پر بادلوں و آسمان کو اپنے سر کے اوپر دیکھنے کے ساتھ ساتھ پیروں کے نیچے دیکھنا زندگی کا سب سے حیرت انگیز تجربہ ثابت ہوتا ہے اور دنیا صحیح معنوں میں الٹ پلٹ نظر آتی ہے۔

سیکویا ٹریز

سیکویا نہ صرف دنیا کے سب سے بڑے درخت ہیں بلکہ حجم کے لحاظ سے اس سیارے میں

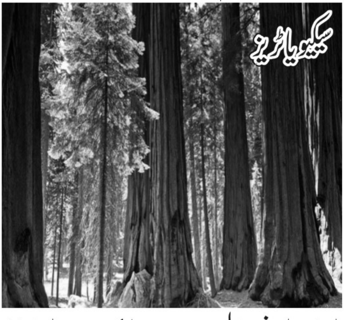

پائے جانے والی سب سے بڑی زندہ جاندار کا درجہ بھی رکھتے ہیں۔ اوسطاً ان درختوں کی لمبائی 160 سے 275 فٹ تک ہو سکتی ہے اور ان کی چوڑائی 20 سے 26 فٹ ہوتی ہے۔ ان درختوں میں ایک ساڑھے تین ہزار سال پرانا درخت بھی موجود ہے اور یہاں کے درختوں کی عمر کا تعین ان کی چھال پر بنے دائروں سے ہوتا ہے۔

نیلی وہیل

اگر آپ کو حقیقی زندگی میں کبھی کسی نیلی وہیل کو دیکھنے کا موقع ملا ہو تو درحقیقت آپ نے سمندری دنیا کے سب سے بڑے جاندار کو دیکھنے تجربہ کیا ہوتا ہے بلکہ جانوروں میں سب سے بڑا بھی قرار دیا جاسکتا ہے جس کے وزن کا مقابلہ بھی کوئی نہیں

کرسکتا۔ سمندروں میں ان کے بے پناہ شکار نے انہیں خاتمے کے قریب پہنچا دیا تھا جس کے بعد 60 کی دہائی میں ان کے شکار پر پابندی عائد کر دی گئی۔ اب ایک اندازے کے مطابق دنیا بھر کے سمندروں میں ان کی تعداد پانچ ہزار سے 12 ہزار تک ہے۔

☆☆☆

از: قاری عبد السلام مضطر

بلغ العلیٰ بکمالہٖ کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ صلوا علیہ وآلہٖ

وہ محمدؐ احمد مصطفیٰؐ ، وہ نبی امی و ہاشمیؐ
وہی ناسخ صحف و ملل ، وہ امام اور سبھی مقتدی
'لَکَ ذِکرَک' کی وہ رفعتیں کہ مبشر اس کے ہر اک نبی
سر عرش تک اسی خوش خرام کے نقشِ پا کی ہے روشنی

بلغ العلیٰ بکمالہٖ کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ صلوا علیہ وآلہٖ

ہو جبین ماہ عرق عرق، جو تجھے میں ماہ لقا کہوں
بڑی کش مکش میں ہوں تجھ کو شاہد منتظر کہوں، کیا کہوں
بخدا خدا نہیں تجھ کو نورِ خدا کہوں تو بجا کہوں
تجھے اے سراجِ منیرؐ کیوں نہ ضیائے ارض و سما کہوں

بلغ العلیٰ بکمالہٖ کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ صلوا علیہ وآلہٖ

ترا جلوہ رحمت و عفو کا، تری خوئے بندہ نواز میں
تری بارگاہ میں فرق کچھ نہیں غزنویؒ و ایازؒ میں
وہ چمن کھلادئے حسن خلق کے ریگ زار حجاز میں
کہ عدو بھی آکے اسیر سب ہوئے تیری زلفِ دراز میں

بلغ العلیٰ بکمالہٖ کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ صلوا علیہ وآلہٖ

یہ ہے حکایتِ حسن جو نہ کبھی کسی سے تمام ہو
مرا مضطرؔ ان پہ ہمیشہ تابہ اَبد درود و سلام ہو
یہی ورد میرا رہے سدا، یہی شغل میرا مدام ہو
کہ درود و پاک لبوں پہ ہو، وہ قعود ہو کہ قیام ہو

بلغ العلیٰ بکمالہٖ کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ صلوا علیہ وآلہٖ

مبارک اسباق

حضرت مولانا محمد مسعود ازہر صاحب حفظہ اللہ

اللہ تعالیٰ کا فضل ہو جائے تو انسان فرشتوں سے بھی آگے نکل جاتا ہے...... حضرت عبداللہ بن مبارک ؒ کو ہی دیکھ لیں کہ تریسٹھ سال کی عمر پائی...... اور کتنے بڑے بڑے کام کر گئے اور کتنا اونچا مقام پا گئے......

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

کتنے لوگوں کی پوری زندگی ایک بلڈنگ بنانے پر خرچ ہو جاتی ہے...... بالآخر وہ بلڈنگ بن جاتی ہے مگر بنانے والا اس کو دوسروں کے لئے چھوڑ کر قبر کے گڑھے میں جا گرتا ہے......

یا اللہ الأمان الأمان...

کتنے لوگوں کی پوری زندگی جائیداد کے جھگڑوں میں بیت جاتی ہے...... جبکہ کئی لوگوں کی زندگی کھیل کود اور عیش وعشرت میں بسر ہو جاتی ہے...... پُرانے دور کے ایک شخص کا واقعہ پڑھا تھا اُسے شوق تھا کہ میرے پاس اتنی دولت آجائے کہ میں رومی باندیاں خرید سکوں......

اُس زمانے میں غلام اور باندی ہوا کرتے تھے...... اور باندیوں کو رکھنا حلال بھی تھا...... جبکہ آج کل جس کو شیطان بہکاتا ہے...... وہ پلاننگ کرتا ہے کہ کوئی ایسا کام شروع کر دوں جس میں بہت سی عورتوں کو ملازم رکھ لوں...... بہرحال وہ شخص رومی باندیوں کے

شوق میں پیسے کماتا رہا...... دن رات محنت کرتا رہا...... جب اُس کی عمر اسّی سال کی ہوئی تو وہ خوب مالدار ہوگیا اور اُس نے رومی باندیاں خرید لیں...... مگر عمر اور بیماریاں اتنی زیادہ ہوگئی تھیں کہ جب کوئی باندی اُسے ہاتھ لگاتی تو باباجی کی چیخیں نکل جاتیں...... خلاصہ یہ کہ پوری زندگی ایک خواہش میں گزار دی...... اور جب وہ خواہش پوری ہونے کا وقت آیا تو جسم میں جان اور طاقت نہ رہی...... اے میرے بھائیو! اور بہنو! یہ دنیا اپنے چاہنے والوں کے لئے حسرتوں کا قبرستان ہے...... حضرت عبداللہ بن مبارکؒ پر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا تو انہوں نے دنیا کی کسی چیز کو اپنا مقصد نہیں بنایا...... بلکہ وہ ایک سچے اور وفادار غلام کی طرح اس دنیا میں اپنے مالک کی رضامندی ڈھونڈتے رہے......

ہم اپنی آج کی مجلس میں حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے کامیابی کے بعض نسخے سیکھنے کی کوشش کریں گے...... ان شاء اللہ تعالیٰ......

عصر کے بعد ذکر اللہ

عبدہ بن سلیمانؒ فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ جب عصر کی نماز ''جامع مسجد المصیصہ'' میں ادا کر لیتے تو قبلہ رُخ بیٹھ کر ذکر اللہ میں مشغول ہو جاتے اور مغرب تک کسی سے بات نہ فرماتے......

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم)

عصر سے مغرب تک کا وقت اکثر اولیاء کرام کے نزدیک ذکر و مناجات کے لئے بہترین وقت ہے...... جس کو اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے وہ اس وقت کو اپنے لئے آخرت کا ذخیرہ بنائے...... خصوصاً جمعہ کے دن عصر تا مغرب کا وقت ذکر تلاوت اور مناجات میں قیمتی بنانا چاہئے...... اور اگر کسی کو اس کی فرصت نہ ملے تو عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر اور سورج غروب ہونے سے کچھ دیر پہلے ذکر و مناجات میں لگ جانا چاہئے...... اور عصر کے بعد کم ازکم سورۃ ''النباء'' (پارہ ۳۰) کا اور مغرب کے وقت شام کی مسنون دعاؤں کا اہتمام کر لینا چاہئے......

ایک سال جہاد، ایک سال حج

جہاد کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا تعلق بہت گہرا تھا...... وہ کبھی اس انتظار میں نہیں رہے کہ نفیر عام ہو تو جہاد پر نکلیں...... یاد رہے کہ نفیر عام کے وقت جہاد فرض عین ہو جاتا ہے...... حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے دشمنوں کے حملے کے وقت بھی جہاد کیا اور ایک ایک لڑائی میں درجنوں کافروں کو قتل فرمایا...... اور جب لڑائی کا وقت نہیں ہوتا تھا تو آپ دور دراز کی اسلامی سرحدوں پر پہرے کے لئے تشریف لے جاتے اور رباط فی سبیل اللہ کا اجر حاصل

کرتے......آپؒ کا انتقال بھی طرسوس کے رباط سے واپسی پر ہوا......اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ جہاد سے واپس لوٹنا بھی جہاد میں جانے کی طرح ہے......آپؒ نے اپنی زندگی کی یہ ترتیب بنا رکھی تھی کہ......ایک سال حج پر تشریف لے جاتے اور ایک سال جہاد پر......زندگی کا یہ معمول آخری وقت تک جاری رہا......اور جہاد کے آخری سفر سے واپسی پر مالک حقیقی سے ملاقات ہوگئی......

یحج سنة و یغزو سنة حتی نهاية عمره (تاریخ بغداد)

ہمیں چاہئے کہ......ہم بھی آخرت کی ہمیشہ ہمیشہ والی کامیابی کے لئے اسی طرح جہاد اور حج سے محبت کریں......اور مکمل استقامت کے ساتھ جہاد میں ڈٹے رہیں......

قرأت اور نماز کا اہتمام

حضرت حسن بن شقیقؒ فرماتے ہیں:
میں نے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے زیادہ اچھی قرأت کرنے والا اور زیادہ نماز ادا کرنے والا کوئی نہیں دیکھا......آپ سفر اور حضر میں پوری پوری رات نماز میں گزار دیتے تھے......(الجرح والتعدیل)

ہر مسلمان کے لئے لازم ہے کہ......قرآن پاک کو تجوید سے پڑھنا سیکھے اور پھر کبھی تلاوت کا ناغہ نہ کرے......ایک مسلمان کے لئے وہ دن بڑے خسارے والا ہوتا ہے جس میں وہ قرآن پاک کی تلاوت نہیں کرتا......اور نماز تو مؤمن کی ترقی اور معراج ہے......جس کی نماز جتنی اچھی وہ اتنا اچھا مسلمان......اور جس کی نماز جتنی زیادہ وہ اس قدر خوش نصیب......یا اللہ ہم سب کو توفیق عطاء فرما......

خوف اور خشیت الٰہی

حضرت قاسم بن محمدؒ فرماتے ہیں:

ہم نے عبداللہ بن مبارکؒ کے ساتھ کئی سفر کئے، مجھے ہر سفر میں یہ خیال رہتا تھا کہ آخر اس شخص نے ہم سب پر کس چیز کی وجہ سے فضیلت حاصل کرلی ہے......حالانکہ اگر یہ نمازیں ادا کرتے ہیں تو ہم بھی ادا کرتے ہیں......یہ روزے رکھتے ہیں تو ہم بھی رکھتے ہیں......یہ جہاد کرتے ہیں تو ہم بھی مجاہد ہیں......اگر یہ حج کرتے ہیں تو ہم بھی حج کرتے ہیں......اسی دوران ہم ایک سفر میں تھے رات کو کھانے کے لئے ہم ایک گھر میں رُکے......کھانے کے دوران چراغ بجھ گیا......ہمارا ایک ساتھی اُسے دوبارہ جلانے کے لئے اٹھا......اور تھوڑی ہی دیر میں جلا کر واپس لے آیا......میری نظر حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے چہرے پر پڑی تو آپؒ کی داڑھی آنسوؤں سے بھر چکی تھی......میں نے

دل میں کہا...... ان کی ہم پر فضیلت اسی خوف اور خشیت کی وجہ سے ہے کہ...... تھوڑی دیر کا اندھیرا ہوا تو ان کو قیامت یاد آ گئی اور یہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے لگے...... (صفۃ الصفوۃ)

بے شک اللہ تعالیٰ کا خوف اور خشیت بہت بڑی نعمت...... اور ایمان کی بڑی علامت ہے...... وہ طالب علم جو مدرسے میں پڑھتے ہیں اگر ان میں علم کے اضافے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خوف بھی بڑھتا جائے تو اُن کا علم مقبول ہوتا ہے...... یہی حال عبادت کا ہے اور یہی حال جہاد کا ہے...... اور جس عمل میں دل میں قساوت اور سختی آتی جائے اس عمل میں کوئی کھوٹ اور کجی ہوتی ہے......

مشہور عابد اور محدّث حضرت فضیل بن عیاضؒ نے ایک بار فرمایا:

ہاں میں عبد اللہ بن مبارکؒ سے محبت رکھتا ہوں...... کیونکہ وہ اللہ عزّوجلّ سے ڈرتے ہیں...... (تاریخ دمشق)

ظالم حکمرانوں کے مددگار بھی ظالم

حضرت ابن مبارکؒ کے زمانے میں بغداد کے کچھ حکام...... ظالم تھے، ایک درزی اُن کے کپڑے سیتا تھا، وہ حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا...... کیا میں ظالموں کا مددگار تو شمار نہیں کیا جاؤں گا؟...... ارشاد فرمایا نہیں!...... ظالموں کے مددگار تو وہ لوگ ہیں جو تجھے سوئی اور دھاگہ بیچتے ہیں...... جبکہ تو تو خود ظالم ہے...... اپنی جان پر ظلم کرنے والا...... (الغزالی)

معلوم ہوا کہ...... ظالم حکمرانوں کے ساتھ کسی بھی طرح کا تعاون نہیں کرنا چاہئے...... اور اُن سے دُور رہنا چاہئے...... اور ہمیشہ رزق حلال کی فکر کرنی چاہئے...... اور اپنی روزی کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ...... وہ حلال ذرائع سے آرہی ہے یا نہیں......

بغیر مانگے عطاء کرنا

حضرت حسن بن حمادؒ فرماتے ہیں:

حضرت حماد بن اُسامہؒ ایک بار حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ کے پاس آئے...... حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ نے ان کے چہرے پر فقرو فاقے کے آثار محسوس کئے...... جب وہ چلے گئے تو آپؒ نے ان کے گھر چار ہزار درہم بھجوا دیئے...... اور ساتھ کچھ اشعار بھی لکھ کر بھیجے...... (سیر اعلام النبلاء)

سخاوت یہ نہیں ہے کہ...... کوئی آپ سے مانگے تو آپ اُسے دیں...... سخاوت تو یہ ہے کہ خود مستحق کو تلاش کریں...... اور پھر عزت و اکرام کے ساتھ اُن کی خدمت کریں...... اصل بات یہ ہے کہ دینے والا خود اس بات کا محتاج ہے

کہ...... اللہ تعالیٰ اس کے مال کو قبول فرمائے...... کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ قبول نہ فرمائے تو مال غلط کاموں میں خرچ ہو جاتا ہے...... یا پڑا پڑا ضائع ہو جاتا ہے...... اور جو مال اللہ تعالیٰ قبول فرمائے وہ مال...... انسان کے لئے محفوظ ہو جاتا ہے اور بڑھتا رہتا ہے......

بناوٹی زُہد نہیں

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ...... اپنے ذاتی مال میں خوب سخاوت کرتے مگر اجتماعی اموال اور اموال غنیمت میں بے حد احتیاط کرتے تھے...... ایک مسلمان کا یہی طرز عمل ہونا چاہئے کہ اگر اس کو اللہ تعالیٰ نے ذاتی مال دیا ہے تو...... پھر اس میں خوب سخاوت کرے...... اُسے جہاد میں لگائے، غریبوں کو دے، لوگوں کو کھانے کھلائے...... لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے ذاتی مال زیادہ نہیں دیا تو پھر خود کو مصیبت میں نہ ڈالے...... بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کے اسی مال میں گزارہ کرے اور اپنی استطاعت کے مطابق مہمان نوازی کرے...... اور اجتماعی اموال میں تو کسی کو بھی سخی بننے کی اجازت نہیں ہے...... یہ مال تو سخت امانت ہوتا ہے...... اس کو اپنی ذات کی شہرت اور عزت کے لئے کسی کو نہ کھلائے......

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے زُہد کے واقعات بھی مشہور ہیں...... آپؒ روزے رکھتے تھے...... اور اتنے بڑے مالدار ہونے کے باوجود آپؒ کی زندگی بہت سادہ تھی...... مگر آپؒ نے زُہد میں بھی مبالغہ اور ریاکاری اختیار نہیں کی...... بلکہ...... حلال اور اچھی چیزوں کا استعمال فرماتے رہے...... آپؒ کے دستر خوان پر بھنا ہوا گوشت، مرغیاں...... اور فالودے کثرت سے نظر آتے تھے...... آپؒ خود بھی یہ چیزیں تناول فرماتے اور دوسروں کو بھی خوب کھلاتے بے شک جس کو اللہ تعالیٰ حلال طور پر یہ چیزیں عطاء فرمائے...... اور پھر اُسے جہاد، شکر اور عبادت کی توفیق بھی دے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ نعمتیں ہیں...... لوگوں نے جو یہ سمجھ رکھا ہے کہ بزرگ وہی ہوتا ہے جو غریب اور بھوکا ہو تو یہ بات بالکل غلط ہے......

اللہ تعالیٰ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے درجات بلند فرمائے...... اور ہم سب کو اُن کے معتدل اور مبارک نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے......

آمین یا ارحم الراحمین

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد کلما ذکرہ الذاکرون و کلما غفل عن ذکرہ الغافلون وعلی آلہ و صحبہ و بارک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا

ہم یکجان ہو جائیں

بنت نور الٰہی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کسی صحرا میں چڑیوں کا ایک خاندان رہتا تھا۔ انہوں نے گھاس پھونس میں انڈے دیے تھے جن سے بچے نکل آئے تھے۔ ایک ہاتھی کا بھی اسی صحرا میں بسیرا تھا۔

ایک دن ہاتھی اپنی پیاس بجھانے کے لیے دریا کی طرف جا رہا تھا کہ گھاس سے گزرتے ہوئے وہ چڑیوں کے چند بچوں کو کچل کر آگے نکل گیا۔ جب چڑیوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے اس سانحے پر اپنے اپنے انداز میں تبصرہ کرنا شروع کیا۔

ایک بولی: قسمت میں یہی لکھا تھا۔

دوسری بولی: کوئی چارہ نہیں، بس چلیں اور نباہ کریں۔

تیسری بولی: دنیا ہمیشہ سے بدبختی کا گھر ہے۔

ایک چڑیا جو ان سب سے مختلف تھی اور بڑی بہادر تھی اور جس کا نام کاکُلی تھا، بولی:

”مجھے آپ لوگوں کے ایک حرف سے بھی اتفاق نہیں۔ صحرا زندگی گزارنے کا ایک مقام ہے اور بہت عمدہ ہے۔ لیکن زندگی کے لیے حساب اور احتساب بھی لازمی ہے۔ یہ کیا بات ہوئی کہ کوئی ہاتھی آیا اور چڑیا کے بچوں کو پاؤں تلے روندتا ہوا یہ جا وہ جا۔“

”واقعی اُسے ایسا نہیں کرنا چاہیئے لیکن فی الحال وہ ایسا ہی کر رہا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم یہاں سے ایسی جگہ کوچ کر جائیں جہاں ہاتھی نہ ہو۔“ باقی چڑیاں بیک زبان بولیں۔

”یہ نہیں ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس کسی کا کہیں دشمن ہو وہ وہاں سے راہ فرار اختیار کر کے کہیں اور چلا جائے؟ یہ درست نہیں۔ ہمیں اپنے حق کا دفاع کرنا چاہیے۔ یہ جگہ ہمارا وطن ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم دشمن کے شر سے اسے بچائیں۔ ہم اپنی جگہ کیوں چھوڑیں؟ ہاتھی کوئی دوسرا رستہ کیوں اختیار نہیں کرتا؟“ کاکُلی بولی۔

”بات تو درست ہے لیکن یہ بات ہاتھی سے

کہے کون؟'' چڑیاں بولیں۔

''ہم کہیں گے۔کیا ہمیں زندگی گزارنے کا حق نہیں؟ چلیں ہم ہاتھی کو متنبہ کرتے ہیں کہ اسے ہماری حدود میں آنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔'' کالُکی دوٹوک لہجے میں بولی۔

''اگر ہاتھی نے ہماری بات نہیں مانی، اور اس نے کڑوی کسیلی شروع کی اور لڑائی بھڑائی پر اتر آیا تو پھر؟'' چڑیاں بولیں۔

''اگر ہاتھی نے اس سیدھی اور صحیح بات کے ماننے سے انکار کیا تو میں اسے ایسا مزا چکھاؤں گی کہ لوگ اس کی کہانیاں کہا کریں گے۔ہمارا موقف بالکل درست ہے اور یقین ہے کہ ساری خلقت ہماری حمایت کرے گی۔'' کالُکی گویا ہوئی۔

''تو ایسے بڑے بول کیوں بول رہی ہے۔ کیا ہم ہاتھی سے الجھنے کی سکت رکھتی ہیں؟'' چڑیاں یہ سن کر ہنسنے لگیں، پھر بولیں۔

''کیوں نہیں۔اگر ہم یکجان ہو جائیں تو یہ ممکن ہے۔ ہاتھی کی تو اوقات ہی کیا ہے۔اگر کوئی ہاتھی سے زیادہ بڑا جانور بھی ہم پر ظلم کرنا چاہے اور ہم اسے سہنے پر تیار نہ ہوں تو اس کا کوئی زور ہم پر نہیں چل سکتا۔'' کالُکی بولی۔

''ہم حاضر ہیں۔ بتا ہمارے لائق کیا خدمت ہے؟'' چڑیاں بولیں۔

''ذرا رکیں! پہلے تو میں حجت پوری کروں گی اور اپنے نقطہ نظر سے ہاتھی کو آگاہ کروں گی۔اگر اس نے میری بات مان لی تو ہمارا اس سے کوئی جھگڑا نہیں۔اگر نہ مانی تو میں اسے یاد دلاؤں گی کہ جب مچھر عاجز آئے تو ہاتھی کو لے بیٹھتا ہے۔'' کالکی کچھ سوچ کر بولی۔

کالکی اڑی اور ہاتھی کے مقابل آ کر بولی۔

''میاں ہاتھی! آج جس وقت تم پانی پینے نکلے اور گھاس کے قطعے سے آگے بڑھے تو ہمارے کئی بچے تم نے اپنے پاؤں تلے روند ڈالے۔کیا تمھیں اس کا علم ہے یا نہیں؟''

''میرے جاننے نہ جاننے سے کیا فرق پڑتا ہے؟'' ہاتھی بولا۔

''فرق یوں پڑتا ہے کہ اگر تم سے غلطی بے جانے بوجھے ہوئی تو آج کے بعد جان لو کہ ہمارے حق میں ظلم ہوا اور اگر تم جانتے اور سمجھتے ہو تو پھر دوسری بات ہے۔'' کالکی بولی۔

'' آہا! آخر ہوا کیا؟ قیامت تو نہیں ٹوٹ پڑی؟'' ہاتھی بولا۔

''قیامت ٹوٹ نہیں پڑی لیکن اگر سب لوگ اسی طرح ظلم اور بدی کا ارتکاب کرنے لگیں گے تو قیامت آ لگے گی۔تم خود بھی جانتے اور سمجھتے ہو۔ میں اس لیے آئی ہوں کہ تم سے دوبارہ اپنی طرف نہ آنے کی درخواست کروں کیوں کہ وہ جگہ ہماری جائے زندگی ہے۔'' کالکی بولی۔

''پانی پینے کے لیے جاتے ہوئے وہی میری گزرگاہ ہے۔'' ہاتھی بولا۔

''دنیا بہت بڑی ہے میاں ہاتھی! کسی ایسی جگہ سے گزرا کرو کہ دوسروں کے بچے پامال نہ ہوں۔'' کالکی بولی۔

''پامال بھی ہو جائیں تو کیا برائی ہے؟ سو چڑیاں ایک ہاتھی کی قدر و قیمت نہیں رکھتیں۔ ہاتھی ہاتھی ہے'' ہاتھی ہنکارا۔

''یقیناً ہاتھی بڑا ہے لیکن ہمارے لیے ہماری جان بھی بڑی عزیز اور پیاری ہے اور اگر تمہاری سوچ صحیح نہج پر ہو اور تم انصاف سے کام لو تو تمہیں ایسی باتیں کہنے کا کوئی حق نہیں۔ جس طرح تمہارا دل چاہتا ہے کہ تم اور تمہارے بچے آرام سے زندگی بسر کریں ہم بھی چین سے زندگی گزارنے کی آرزو مند ہیں۔ کیا تمہیں اچھا لگے گا کہ کوئی آئے تمہارے گھر کو اجاڑ دے اور تمہارے بچوں کو در بدر کر ڈالے؟'' کالکی نے کہا۔

''کسی میں مجھ جیسی طاقت نہیں۔

میں ہاتھی ہوں جو میرے جی میں آئے کرتا ہوں۔'' ہاتھی بولا۔

''کسی بھول میں نہ رہو کیوں کہ اگر ناانصافی ہونے لگے تو پھر ہر کسی کا زور ہر کسی پر چلنے لگتا ہے۔ اپنے اس جسم پر مت پھولو! زندگی صرف عدل اور دوستی سے حلاوت پاتی ہے۔ ہم بھی چاہیں تو تمہیں اذیت دے سکتے ہیں۔'' کالکی بولی۔

''لو مجھے دیکھو کہ تجھ نادان چڑیا کا جواب دینے بیٹھ گیا۔ اری! یہ بے جا مداخلت ختم کر! گھاس کا قطعہ میری مالکیت ہے۔'' ہاتھی نے کہا۔

''میاں ہاتھی مخالفت اور عناد سے باز آؤ! میں نے صاف سیدھی بات کی ہے۔ سب جانتے ہیں خود تم بھی جانتے ہو۔ میں یہاں آئی تم سے ایک درخواست کی۔ ہم پر اور خود اپنے آپ پر رحم کرو اور کوئی دوسرا راستہ اختیار کرو! ورنہ خود نقصان اٹھاؤ گے اور ہم تمہیں ایسا مزہ چکھائیں گی کہ اس کی داستانیں بنیں گی۔'' کالکی بولی۔

اب چڑیوں کا حملہ شروع ہوا۔ وہ ہاتھی کے اردگرد منڈلانے لگیں اور اس سے پہلے کہ ہاتھی حرکت میں آتا، چڑیاں اس کی آنکھیں نکال چکی تھیں۔ اب ہاتھی کو کچھ سجھائی نہ دیتا تھا!

چڑیاں اکٹھی ہوئیں اور بولیں۔

''یہ تو بہت برا ہوا۔ اب ہاتھی غضبناک ہو کر سارے گھاس میدان کو پامال کر دے گا۔''

''نہیں نہیں! ہاتھی کو اب کچھ نظر نہیں آتا۔ وہ پیاسا بھی ہے۔ اب مینڈکوں سے مدد لینے کا وقت آگیا ہے۔'' کالکی نے کہا۔

کالکی نے مینڈکوں کو آواز دی اور ہاتھی کے ظلم کی تفصیل سے انہیں آگاہ کیا۔ مینڈک بولے۔

''ہمیں خوب معلوم ہے، ہم ہاتھی کے ہاتھوں خود عذاب میں ہیں۔''

''تو پھر ہماری مدد کریں۔ آدھا کام ہم کر چکیں، باقی آدھا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ میری تجویز پر عمل کرو!'' کالکی نے مینڈکوں کو یکجا کر دیا۔

مینڈک ہاتھی کے سامنے جمع ہوئے اور انہوں نے ٹرّانا شروع کر دیا۔ ہاتھی پیاسا تھا۔ اس نے دل میں کہا۔

''جہاں مینڈک ہے وہاں ضرور پانی ہے۔ چونکہ وہ اندھا ہو چکا تھا اس نے بے سوچے سمجھے آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ مینڈکوں نے مسلسل شور کرنا شروع کر دیا اور چلتے گئے چلتے گئے حتی کہ ایک وسیع گڑھے تک پہنچ گئے جو بہت گہرا تھا اور اس میں بارش کا کچھ پانی بھی جمع ہو گیا تھا۔ مینڈک گڑھے کے دونوں جانب چل رہے اور ٹرّا رہے تھے۔ ہاتھی بھی پانی کی تڑپ میں آگے بڑھ رہا تھا حتی کہ وہ گڑھے کے بالکل کنارے پر پہنچ گیا اور سیدھا اس میں جا گرا۔ اب اس میں گڑھے سے باہر نکلنے کی سکت نہ تھی۔ چڑیوں اور مینڈکوں نے سکھ کا سانس لیا۔

اس وقت کا کلی، ہاتھی سے مخاطب ہوئی۔

''یہ اس شخص کی سزا ہے جس میں انصاف نہیں، جو لوگوں کی جان پر رحم نہیں کھاتا اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے۔ اب تیرا یہی ٹھکانا ہے۔ میں چلتی ہوں اور جیسا کہ میں نے کہا تھا میں چڑیا اور ہاتھی کا قصہ لوگوں کو سناتی ہوں تا کہ اسے داستانوں میں جگہ دیں۔''

☆......☆......☆

تلاوت قرآن پاک کے فائدے

قرآن پاک کی تلاوت کرنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔

قرآن پاک ہمیں اچھی اور بری باتوں کا فرق بتاتا ہے۔

قرآن پاک پڑھنے سے حافظہ تیز اور دماغ روشن ہو جاتا ہے۔

قرآن پاک پر عمل کرنے والا انسان دین اور دنیا میں ترقی کرتا ہے۔

قرآن پاک پڑھنے سے علم حاصل کرنے کا شوق بڑھتا ہے۔

قرآن پاک کے احکامات کے مطابق زندگی گزارنے والا بندہ خوش رہتا ہے۔

قرآن پاک پڑھنے سے دل کا زنگ دور ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں ترقی ہوتی ہے۔

(محمد حذیفہ)

حقیقی محبت

اقصیٰ منور

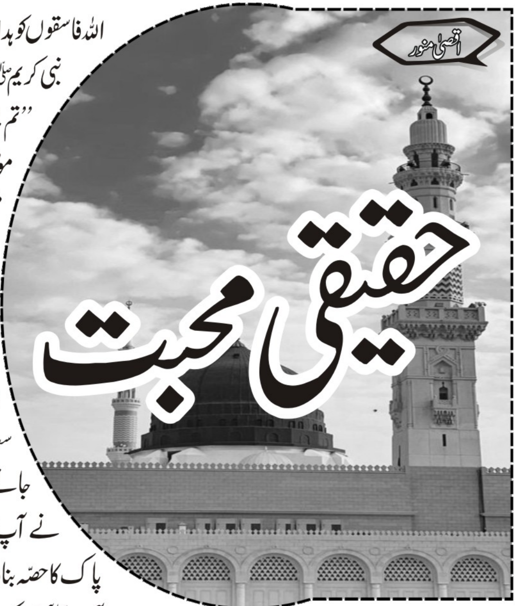

ہمارے پیارے نبی، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبّت ہمارے ایمان کا لازمی جزو ہے، جس کے بغیر ایمان مکمل ہی نہیں ہوتا۔

سورۃ التوبہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”اے نبی ﷺ فرما دیجیے! اگر تمہارے آباؤ اجداد اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا خاندان اور وہ مال، جو تم کماتے ہو اور وہ تجارت، جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور وہ گھر، جو تمہیں پسند ہیں، تمہیں اللہ اور اُس کے رسول اور اللہ کے راستے میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں، تو اللہ کے عذاب کا انتظار کرو اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

”تم میں سے کوئی اُس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ مَیں اُسے اُس کے والدین، اُس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔“

بلاشبہ، آپ ﷺ کی ذات ہی سب سے بڑھ کر محبّت کیے جانے کے قابل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اداؤں کو قرآنِ پاک کا حصّہ بنادیا۔

آپ ﷺ کے چہرے کا آسمان کی طرف اُٹھنا، آپ ﷺ کا کلام، آپ ﷺ کے شہر، جنگیں اور فتوحات، قیام اللّیل، دعوت و تبلیغ، معراج، آپ ﷺ کے صحابہؓ، آپ ﷺ کی ازواجؓ، اہلِ بیتؓ، آپ ﷺ کی ہجرت، اخلاق غرض پوری زندگی قرآن نے بیان کردی۔

کہیں آپ ﷺ کی رضا میں اللہ کی رضا بتائی گئی۔ اگر آپ ﷺ چادر لپیٹ لیں، تو اللہ پاک ”یا ایھا المزّمل“ اور ”یا ایھا المدّثر“ کہہ کر مخاطب کرے، کفّار کے طعنوں پر ”اِنا اعطیناک الکوثر“ کی خوش خبری سُنائے۔ کہیں ”شاھد“، کہیں ”مبشّر“، تو کہیں ”نذیر“ پکارا

گیا۔ ''سراجِ منیر''، ''رؤوف الرّحیم'' جیسے القابات سے نوازا گیا۔ اللہ کو تو یہ بھی پسند نہیں کہ کوئی اُس کے محبوب ﷺ کے سامنے بلند آواز سے بات کرے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس میں ہوں، اُس نے ایمان کی حلاوت پالی۔ ایک وہ شخص کہ جس کو اللہ اور اُس کا رسول ﷺ سب سے زیادہ محبوب ہوں۔

دوسری یہ کہ جس سے محبّت کرے، اللہ کے لیے کرے اور وہ شخص کہ جسے اللہ نے کفر سے بچالیا ہو اور وہ اُس کی طرف لَوٹنے کو اس طرح ناپسند کرے، جس طرح وہ آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔''

گویا حبِ رسول ﷺ کے بغیر حلاوتِ ایمانی کا پانا ناممکن ہے۔ اِسی طرح خالی کھوکھلے دعووں سے سچّا عاشق رسول ﷺ نہیں بنا جاسکتا۔ حقیقی عاشق رسول ﷺ تو وہی ہے، جو آپ ﷺ کے لائے ہوئے پیغام پر عمل پیرا ہو۔ آپ ﷺ کی سنّتوں کا اتباع کرے اور آپ ﷺ کے ہر عمل کو عزیز از جان سمجھے۔

حدیثِ نبوی ہے:

''جس نے میری سنّت سے محبّت کی، اُس نے مجھ سے محبّت کی اور جس نے مجھ سے محبّت کی، وہ میرے ساتھ جنّت میں ہوگا۔''

☆......☆......☆

حضورِ اکرم ﷺ، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ ایک دیہاتی حاضر ہوا اور کہا:

''یارسول اللہ ﷺ! قیامت کب آئے گی؟''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تم نے اس کے لیے کیا تیار کر رکھا ہے؟''

اُس نے عرض کیا: ''مَیں نے اس کے لیے زیادہ نماز، روزے، صدقے کا سامان تو نہیں کیا، مگر مَیں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے محبّت رکھتا ہوں۔''

اِس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''(قیامت والے دن) آدمی اُسی کے ساتھ ہوگا، جس سے وہ محبّت رکھتا ہے۔''

☆......☆......☆

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے مسلمانوں کو اسلام لانے کے بعد کسی بات پر اِتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا، جتنا اِس بات پر وہ خوش ہوئے۔ کیسی عظیم اور خوش نصیب جماعت تھی...... صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک تو اللہ کے رسول ﷺ سے محبّت، اُن کا اتباع اور اُن پر جان نچھاور کرنا ہی زندگی کا حاصل تھا۔

غزوۂ تبوک کے موقعہ پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گھر کا سارا سامان خدمتِ نبوی میں پیش کردیا۔

حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے گھر کا آدھا سامان اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تین سو اونٹ مع سازوسامان

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نذر کیے۔

☆......☆......☆

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو صلح حدیبیہ کے موقعے پر جب مکّہ بھیجا گیا، تو قریش نے کہا کہ ”آپ چاہیں تو عُمرہ ادا کر سکتے ہیں“، لیکن وفا کے پیکر کا جواب تھا ”اگر ایک سال تک بھی عُمرہ ملتوی کرنا پڑا، تب بھی مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر عُمرہ نہیں کروں گا۔“

پھر اُس منظر کا تصوّر کیجیے، جب صلح حدیبیہ کے موقعے پر عروہ بن مسعود اہلِ مکّہ کی طرف سے وفد کے قائد بنا کر بھیجے گئے۔ وہ حیرانی سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرزِ عمل دیکھتے رہے اور واپس جا کر قریش سے یوں مخاطب ہوئے:

”اے اہلِ مکّہ! (حضرت) محمّد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خون بہانا کیسے ممکن ہے، جب کہ اُن کے صحابہ رضی اللہ عنہم اُن کے وضو کے بچے پانی تک کو زمین پر نہیں گرنے دیتے۔ وہ اس پانی کے حصول کے لیے یوں گرتے ہیں، جیسے باہم لڑ پڑیں گے۔

وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب کو اپنے منہ پر مَل لیتے ہیں اور تعظیم کا یہ حال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نظر اُٹھا کر نہیں دیکھتے۔

مَیں قیصر و کسریٰ کے ہاں بھی گیا ہوں۔ نجاشی کا دربار بھی دیکھا ہے، مگر اصحابِ محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جو تعظیم محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کرتے ہیں، وہ کسی بادشاہ کو بھی اپنے محل میں حاصل نہیں۔“

☆......☆......☆

حضرت زید بن وثنہ رضی اللہ عنہ کے عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال بھی سامنے ہے۔ سولی دینے کی تیاری کی جا رہی ہے، زندگی ہر کسی کو پیاری ہے اور جب موت سامنے کھڑی ہو، تو سبھی جان بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں، مگر آسمان نے عشق کا ایسا نظارہ کم ہی دیکھا کہ خون کے پیاسے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے چاروں طرف کھڑے ہیں۔

ابوسفیان نے کہا:

”زید رضی اللہ عنہ! کیا تجھے پسند ہے کہ آج تیری جگہ (حضرت) محمّد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوتے اور تو اپنے اہل و عیال میں ہوتا؟“ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا:

”اللہ کی قسم! مَیں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ مَیں اپنے اہل و عیال میں ہوں اور حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کانٹا بھی چُبھے۔“ اور پھر سولی پر لٹک گئے۔

☆......☆......☆

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو تھے ہی سراپا عشق۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ”یارِ غار“ جیسی عظیم الشّان فضیلت اور ”ثانی الثنین“ جیسے لقب سے سرفراز فرمایا۔

ایک بار خانہ کعبہ میں اسلام کے علانیہ اظہار پر کفّار اُن پر اس طرح ٹوٹ پڑے کہ گویا جان ہی سے مار ڈالا۔ لوگوں کے مخاطب کرنے پر بھی جواب نہ دیتے کہ سخت بے ہوشی کی کیفیت طاری تھی۔ شام کے وقت ذرا ہوش آیا، تو اس عاشق صادق کی زبان سے سب سے پہلے یہی الفاظ ادا ہوئے۔

"مجھے بتاؤ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر کیا گزری؟"

والدہ کچھ کھلانے پر مُصر تھیں، مگر وہ مسلسل اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھے جا رہے تھے۔

کھانے پر زیادہ اصرار کیا، تو فرمایا:

"مَیں نے اللہ سے عہد کر رکھا ہے، جب تک خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر نہ ہو جاؤں، تب تک کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا۔"

رات ڈھلی، تو والدہ اور بہن آپ رضی اللہ عنہ کو سہارا دے کر چل پڑیں، یہاں تک کہ دارِارقم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس پہنچا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب اپنے عاشق کو اِس حال میں دیکھا، تو اُن پر جُھک پڑے اور بوسہ دیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھ کر نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر رقّت طاری ہوگئی۔

☆......☆......☆

جنگِ اُحد کے دن حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے ڈھال بن کر کھڑے ہوگئے۔

پُشت تیروں سے چھلنی ہوگئی، مگر آگے سے نہ ہٹے۔ حضرت ابوطلحہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف پھینکے جانے والے تیروں کو اپنے ہاتھوں پر روکتے رہے، جس سے ہاتھ شل ہوگئے۔

اسی غزوے میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چہرۂ انور خَود کی کڑیاں رخسارِ اقدس میں گھس جانے کے سبب زخمی ہوا، تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد، حضرت ابوسنان رضی اللہ عنہ آپ کے چہرۂ اطہر سے خون چُوس کر نگل لیتے۔ اُن سے کہا گیا کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خون پی رہے ہو؟

یہ سُن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"میرا خون اُن کے خون کے ساتھ مل گیا۔ اُنہیں جہنم کی آگ نہ لگے گی۔"

اِسی جنگ میں جب کفّار نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شہادت کی خبر اُڑائی، تو ایک انصاری عورت پردے میں مدینہ منوّرہ سے میدانِ اُحد کی طرف چل پڑیں۔

راستے میں والد، بیٹے، خاوند اور بھائی کی شہادت کی اطلاع ملی، لیکن وہ پھر بھی آگے بڑھتی رہیں اور ہر بار یہی کہتیں "اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کیا خبر ہے؟" جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچیں، تو فرمایا:

"اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر قربان ہوں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سلامت ہیں، تو مجھے اپنے شہید ہونے والوں کی کوئی پروا نہیں۔ اب ہر مصیبت ہلکی اور آسان ہے۔"

☆......☆......☆

حضرت زیاد بن السکن رضی اللہ عنہ کی سعادت کے بھی کیا ہی کہنے۔ میدانِ اُحد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حفاظت کرتے ہوئے شدید زخمی ہوئے۔ آخری سانسیں باقی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا:

"زیاد رضی اللہ عنہ کو میرے قریب لاؤ!"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قریب پہنچے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ اسی حالت میں کہ رخسار آپ ﷺ کے مبارک پاؤں کو چھو رہا تھا، جان خالقِ حقیقی کے سپرد کر دی۔

☆......☆......☆

جنگِ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ کی صفیں سیدھی فرما رہے تھے۔ حضرت سواد بن حضیرؓ صف سے باہر نکلے ہوئے تھے، تو آپ ﷺ نے تیر اُن کے پیٹ میں چبھوتے ہوئے فرمایا:

"اے سوادؓ! سیدھے ہو جاؤ!"

اُنہوں نے عرض کیا:

"آپ ﷺ کے تیر چبھونے سے مجھے تکلیف ہوئی ہے، لہٰذا مجھے بدلہ دیں۔"

اس پر آپ ﷺ نے اپنے جسمِ اطہر سے کپڑا ہٹا دیا اور فرمایا:

"لو! اپنا بدلہ لے لو!"

حضرت سوادؓ بدن مبارک سے چمٹ گئے اور بوسے لینے لگے۔ آپ ﷺ کے پوچھنے پر کہ "ایسا کیوں کیا؟" عرض کیا "اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ دیکھ رہے ہیں، لڑائی کا موقع آ گیا ہے، شاید مَیں شہید ہو جاؤں، تو مَیں نے چاہا کہ آپ ﷺ سے آخری ملاقات اِس طرح ہو کہ میری کھال سے آپ ﷺ کی کھال سے مل جائے۔"

اس پر آپ ﷺ نے اُن کے لیے دُعا فرمائی۔

☆......☆......☆

حضرت عباسؓ کے گھر کے پرنالے کا پانی اس جگہ گرتا تھا، جہاں سے حضرت عُمرؓ گزرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپؓ نئے کپڑے پہنے وہاں سے گزرے، تو کپڑے ناپاک ہو گئے۔ آپؓ اُس وقت خلیفہ تھے۔ حکم فرمایا:

"پرنالے کو اکھاڑ دیا جائے۔"

پھر گھر گئے، دوسرے کپڑے پہن کر مسجد آئے اور جمعے کی نماز پڑھائی۔ حضرت عباسؓ آپؓ کے پاس آئے اور کہا:

"اللہ کی قسم! یہ پرنالہ حضور ﷺ نے لگایا تھا۔ آپ نے اُسے اکھڑوا دیا۔"

یہ سُن کر آپؓ گھبرا گئے اور کہا:

"مَیں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ میری کمر پر چڑھ کر یہ پرنالہ وہیں لگا دیں، جہاں حضور ﷺ نے لگایا تھا۔"

حضرت عباسؓ نے حضرت عُمرؓ کے دونوں کندھوں پر پاؤں رکھ کر وہیں پرنالہ لگا دیا۔

☆......☆......☆

ایک مرتبہ آپ ﷺ کو سخت فاقے کی نوبت آ گئی۔ حضرت علیؓ کو معلوم ہوا، تو کام کی تلاش میں نکلے تاکہ کھانے کا انتظام کر سکیں۔

ایک یہودی کے ہاں باغ میں پانی کے ڈول نکالنے کا کام مل گیا۔

آپؓ نے سترہ ڈول نکالے اور ہر ڈول کے

بدلے ایک کھجور طے تھی۔ یہودی نے تمام اقسام کی کھجوریں سامنے ڈھیر کر دیں تاکہ اپنی پسند کی کھجور لے سکیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سترہ عجوہ کھجوریں لیں اور خدمتِ اقدس میں پیش کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا:

''اے ابوالحسن رضی اللہ عنہ! یہ کھجوریں کہاں سے ملیں؟''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فاقے کی خبر ملی، تو مَیں کام کی تلاش میں نکلا تاکہ کھانے کی کوئی چیز حاصل کر سکوں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم نے اللہ اور اُس کے رسول کی محبّت میں ایسا کیا؟'' عرض کیا ''جی ہاں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو بھی اللہ اور اُس کے رسول سے محبّت کرتا ہے۔ فقر و فاقہ اُس کی طرف اس سے بھی زیادہ تیزی سے آتا ہے، جتنی تیزی سے پانی کا ریلا ڈھلوان کی طرف آتا ہے۔ لہٰذا، جو اللہ اور اُس کے رسول سے محبّت کرتا ہو، اُسے چاہیے کہ وہ بلا اور آزمائش کے لیے ڈھال تیار کر لے۔''

یعنی صبر و قناعت کے لیے تیار رہے۔

☆......☆......☆

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

''بیٹھ جاؤ!''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہو رہے تھے، جب یہ الفاظ سُنے، تو وہیں دروازے پر بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا، تو فرمایا:

''عبداللہ! اندر آجاؤ!''

☆......☆......☆

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے رنگین کپڑوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناپسند کیا، تو اُنہوں نے معلوم ہونے پر کپڑے تنور میں ڈال دیے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اِس عشق اور والہانہ وارفتگی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اُن کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا ہونا کس قدر اذیّت کا سبب ہوتا ہوگا۔

ذرا تصور کیجیے! اہلِ مدینہ کے لیے وہ دن کس قدر بھاری ہوگا، جب سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے رخصت ہوئے۔

مدینہ خالی، ویران اور اُجڑا اُجڑا سا لگتا تھا۔

کئی صحابہ رضی اللہ عنہم صدمے سے ہوش و حواس کھو بیٹھے۔ کئی جنگلوں میں نکل گئے، تو بہت سے گم صم رہنے لگے۔ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ جیسے مضبوط اعصاب کے مالک کا صدمے سے یہ حال تھا کہ تلوار لیے مسجد میں کھڑے ہو گئے کہ جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کا کہے گا، اُس کی گردن مار دوں گا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سمجھانے پر غم سے زمین پر گر پڑے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غم میں بالکل بُجھ گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد کسی نے اُنہیں ہنستا نہ دیکھا۔

عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سانحہ

ارتحال کی خبر ملی، تو اُن کے منہ سے یہ دعائیہ کلمات نکلے: ”اے اللہ! میری بصارت لے لے کہ اب مَیں اپنے محبوب ﷺ کے بعد کسی کو نہ دیکھوں۔“

☆......☆......☆

جس رات آپ ﷺ کی تدفین ہوئی، دوسرے روز حضرت بلال رضی اللہ عنہ فجر کی اذان دینے لگے، تو ”اشھد ان محمّد رسول اللہ“ کہتے ہوئے زاروقطار رونے لگے۔

حضرت عتاب بن اسید، جو مکّے کے والی تھے، وصال کی خبر پر گھاٹی میں چلے گئے۔ حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ اُن کے پاس آئے اور کہا:

”لوگوں میں چلیے، اُن سے بات کیجیے!“

حضرت عتاب رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

”سیّدِ عالم ﷺ کی وفات سے مجھ میں کلام کی طاقت نہیں رہی۔“

☆......☆......☆

ایک عورت، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آئی اور کہنے لگیں:

”مجھے حضور اقدس ﷺ کے حجرہ مبارکہ کی زیارت کروادیجیے!“

اُمّ المومنین نے حجرہ مبارکہ کھولا، تو وہ خاتون روتی رہیں اور روتے روتے روح قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی۔

☆......☆......☆

ماہِ ربیع الاوّل ہمیں اپنے محاسبے کی دعوت دیتا ہے کہ ہم ”غلامیٔ رسول ﷺ میں موت بھی قبول ہے، جو ہو نہ عشقِ مصطفیٰ ﷺ تو زندگی فضول ہے“ جیسے نعرے تو لگاتے ہیں، لیکن کیا یہ صرف زبانی کلامی دعویٰ ہے؟ ہم عملی زندگی میں اِس پر کتنا عمل کرتے ہیں؟

مشہور ہے، جس سے محبّت ہوتی ہے، اُس کا ذکر ہمہ وقت زبان پر رہتا ہے، تو جو سچّا عاشق رسول ہوگا، اُس کی زبان پر تذکرۂ رسول ہی ہوگا۔ وہ ہر کسی سے محبوبِ خدا ﷺ ہی کی بات کرے گا۔ اُس کے ہر ہر عمل سے محبّتِ مصطفیٰ ﷺ جھلک رہی ہوگی۔

☆......☆......☆

کوپن برائے ”وہ کون تھا؟“

نام: ....

ولدیت: ....

مکمل ایڈریس: ....

تعلیم: ....

جواب: ....

ہدایات: (انعام بذریعہ قرعہ اندازی دیا جائے گا اور ایک کوپن ایک ہی ساتھی کی طرف سے قبول کیا جائے گا اور جواب بغیر کوپن کے قبول نہیں کیا جائے گا)

چالیس احادیث | محمد فیصل علی | چالیس کہانیاں

غصے کا بھوت

اسکول میں بریک ہوئی تو سبھی طلبہ نے کینٹین کا رُخ کیا۔سبھی کو بھوک لگی ہوئی تھی، چنانچہ سبھی طلبہ نے کھانے پینے کی من پسند اشیاء لیں اوران سے انصاف کرنے لگیں۔

وہ الگ الگ میزوں پر گروپوں کی صورت میں بیٹھے تھے۔انہی طلبہ میں سے ایک گروپ خالد اوراس کے دوستوں کا بھی تھا۔وہ بھی ایک کونے میں بیٹھے خوش گپیاں کر رہے تھے۔اچانک ایک تیز آواز نے انہیں چونکا دیا۔

”تم مجھ سے جلتے ہو۔“

ایک لڑکا چلاتا ہوا چلا آرہا تھا۔اس کا اشارہ خالد کی طرف تھا۔آنے والا بھاری بھرکم پہلوان جیسا نظر آرہا تھا۔یہ ارشد تھا،سکول کا سب سے مضبوط اورچست طالب علم۔

”میں کیوں جلوں گا بھئی۔“ خالد نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں ہاں مجھے سب پتا ہے،آج جب مجھے ریاضی کے پرچے میں گڈ ملا تو تمہاری شکل دیکھنے لائق تھی۔“ارشد نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

”تمھیں غلط فہمی ہوئی ہے۔مجھے تو روزانہ شاباش ملتی ہے۔میں اگر تم سے کم نمبر لیتا تو پھر جلنے والی بات بنتی تھی۔“ خالد نے اسے سمجھایا۔

”ابھی بتاتا ہوں۔“ ارشد چیخا۔پھر اس نے آگے بڑھ کر خالد کا گریبان پکڑ لیا اور اسے مکے مارنے لگا۔خالد بے چارہ بری طرح سے چیخنے لگا۔اسی اثنا میں وہاں دو اساتذہ کرام آن پہنچے۔انہوں نے دونوں کو الگ کرایا۔خالد بے چارہ بری طرح رو رہا تھا اور ارشد ابھی بھی غصے سے پھنکار رہا تھا۔

استاد صاحب نے ارشد کو دیکھا اور بولے:

”واہ بھئی ارشد میاں! تمھاری تو ساری پہلوانی بے کار ہی گئی۔آج سے تم شکست خوردہ ہو،تم ہار چکے ہو۔اس نے تمہیں ہرا دیا ہے۔“

”کس نے سر؟“ ملی جلی آوازیں ابھریں۔

”غصے کے بھوت نے۔“استاد صاحب نے کہا۔

”اوہ اوہ! واقعی یہ سچ ہے۔“ طلبہ نے کہا۔

استاد صاحب نے ایک حدیث سنائی:

”لَیسَ الشَّدِیدُ بِالصُّرعَۃِ،اِنَّمَا الشَّدِیدُ الَّذِی یَملِکُ نَفسَہُ عِندَ الغَضَبِ۔“

ترجمہ:”پہلوان وہ نہیں جو لوگوں کو ہرادے، اصل پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے۔“

مارے ندامت کے ارشد کا سر جھک چکا تھا۔

تبدیلی

بنت شہزاد

”اوئے چھوٹے جلدی ہاتھ چلا، دیکھ نہیں رہا آج رش بہت زیادہ ہے اور بھی کام ایسے مر مر کر کر رہا ہے“

نگران نے برتن دھونے والی جگہ کا معائنہ کیا تو وہاں ساجد ڈھیرے ڈھیرے برتن مانجھنے میں مصروف تھا۔ آج رش بھی زیادہ تھا اس لیے نگران کو اس کی سستی پر خوب غصہ چڑھا اور زبردست ڈانٹ پلا دی۔

بارہ سالہ ساجد اس کی دھاڑ سن کر اندر تک کانپ اٹھا اور تیز تیز ہاتھ چلانے لگا۔ نگران جسے اس کام پر مامور کیا گیا تھا کہ وہ اس ہوٹل پر کام کرنے والے افراد کی نگرانی کرے کہ کوئی اپنے کام میں کوتاہی تو نہیں برت رہا ہے۔

ساجد نے برتن دھو کر سوکھا کپڑا بھی مار دیا تو نگران نے اسے میزیں اور کرسیوں کی صفائی کا حکم صادر فرمایا۔

ایک بج چکا تھا ہوٹل پر رش میں اضافہ ہو چکا تھا۔ اسے بھوک بھی ستا رہی تھی۔

بارہ بجے سے ہی اس کے پیٹ میں چوہے دوڑنے شروع ہو چکے تھے جب کہ کھانا تین بجے ملنا تھا مجبوراً اپنے ناتواں جسم کو اٹھاتا ہوا میزیں اور کرسیوں کی صفائی میں لگ گیا۔

وہ ابھی چھوٹا سا تھا کہ جب اس کے والد کینسر کی وجہ سے اس دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔ علاج کے حوالے سے قرض بھی خاصا بڑھ چکا تھا۔ رشتہ داروں نے تو فوراً آنکھیں پھیر لیں۔

زاہدہ نے گھر کو سنبھالا دیا اور بچے کی پڑھائی کو جاری رہنے دیا۔ مگر اچانک لوگوں کی طرف سے قرض کی ادائیگی کے تقاضے نے ساجد کی ماں کو پریشان کر دیا۔

گھر اپنا تھا یہ اللہ کا بڑا احسان تھا۔ پریشان حال زاہدہ نے اپنے کام کو بڑھا کر قرض ادا کرنا

ضروری سمجھا۔
وہ قرض کی اس لعنت سے جلد از جلد چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی تھی، راتوں کو اٹھ اٹھ کر کپڑے سینے سے اس کی طبیعت بھی خراب رہنے لگی تھی۔ پچھلے دو ماہ سے ساجد کی فیس ادا نہیں ہوئی تو ہیڈ ماسٹر نے ساجد کو بلایا اور کہا۔
''ہم تمہارے باپ کے نوکر نہیں لگے ہوئے ہیں ہمیں بھی اساتذہ کو تنخواہیں دینی پڑتی ہیں اور تمہارے ساتھ تو خصوصی رعایت بھی کی جا رہی ہے مگر اس کے باوجود دو ماہ سے تمہاری فیس جمع نہیں ہوئی۔''
''مگر وہ سر! گھر کے حالات۔۔''
ساجد روہانسا ہو گیا۔
''میں کچھ نہیں جانتا۔'' ہیڈ ماسٹر نے ساجد کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔
''اگر ایک ہفتے کے اندر اندر تمہاری فیس جمع نہ ہوئی تو تمہیں امتحان میں بیٹھنے نہیں دیا جائے گا۔ اب جاؤ اور اگلے بدھ کو اسکول فیس سمیت آنا ورنہ اپنی شکل دکھانے کی ضرورت نہیں۔''
ساجد نے اپنے آنسو بمشکل ضبط کیے اور چپکے سے باہر نکل آیا۔
وہ اپنی ماں پر بوجھ بننا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے اس نے خود کوئی کام کرنے کا فیصلہ کیا۔ شروع میں زاہدہ اجازت دینے پر تیار نہ تھی مگر عبدالمالک جو کہ ان کا ایک اچھا پڑوسی تھا نے کہا بہن جی فکر نہ کریں۔ یہ میرے ساتھ ہی رہے گا۔ بہت بڑا ہوٹل ہے۔ ایک ہفتے میں اچھے خاصے پیسے مل جائیں گے۔
''مگر بھائی صاحب، ساجد تو ابھی بہت چھوٹا ہے۔'' زاہدہ فکرمندی سے بولی۔
''بہن جی اگر آج اس کی تعلیم ادھوری رہ گئی تو یاد رکھنا ہوٹل پہ کام کرنا آج چند دن کی بات ہے۔ کل کلاں امتحان نہ دے سکا تو ساری زندگی اسی ہوٹل میں گزرے گی۔''
مجبوراً زاہدہ کو اپنے بچے کے تابناک مستقبل کے لیے حامی بھرنی پڑی۔

☆......☆......☆

پانچوں کے لباس تقریباً ایک جیسے تھے۔ پرفیوم کی ایسی خوشبو اٹھ رہی تھی کہ گویا پرفیوم کی ساری بوتلیں کپڑوں پر انڈیل لی گئی ہوں۔
''یار جمیل بھائی! اس ہوٹل کے کھانوں کی دھوم دور دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ آج تو مزہ آجائے گا۔'' ان میں سے ایک بولا۔
''اس ہوٹل کو دیکھ کر تو میری بھوک چمک اٹھی ہے۔'' دوسرے نے لقمہ دیا۔ وہ پانچوں ہوٹل کی طرف بڑھنے لگے ہی تھے کہ اچانک ایک بچہ ان کے سامنے آیا۔ اس کے ہاتھ میں بے شمار گلاب کے پھول تھے۔
''صاحب جی! ایک پھول لے لو نا، صرف ایک پھول!''

ننھے بچے نے گویا التجا شروع کر دی۔
جمیل صاحب نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور سو روپے کا نوٹ بچے کو دیتے ہوئے کہا۔
"جاؤ بیٹا، یہ میری طرف سے تحفے کے طور پر قبول کرلو!" بچہ پہلے تو جھجکا پھر نوٹ لے کر ایک سمت چل پڑا۔
اب یہ قافلہ پھر ہوٹل کی جانب گامزن ہوا لیکن اب ان کا موضوع بدل کر ہیڈ ماسٹر جمیل صاحب کی فیاضانہ طبیعت کی طرف مڑ چکی تھی۔
"اپنے جمیل صاحب نے شاید ہی کبھی کنجوسی کی ہو۔" ان میں سے پہلے والے نے کہا تو دوسرا بھی بول اٹھا۔
"ہاں تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔"
وہ پانچوں ہوٹل میں سجی خوبصورت میزوں کے گرد کرسیوں پر بیٹھ چکے تھے۔
تیسرا بولا: "حضرت جمیل بھائی کے ساتھ میرا اکثر دوسرے شہروں میں جانا ہوا ہے اور راستہ میں کسی بھی قسم کے بچے نے کوئی چیز بیچنا چاہی تو جمیل صاحب نے بغیر کوئی چیز لیے ایک بڑی رقم اس بچے کے حوالے کی ہے۔" تیسرا اچانک جمیل صاحب کی طرف دیکھ کر بولا۔
"جمیل صاحب وہ بچے والا واقعہ یاد ہے؟"
"کون سا واقعہ؟"
جمیل صاحب انجان بنتے ہوئے بولے۔
"ارے وہی جو اپنی ماں کی آنکھوں کے آپریشن کے لیے بھیک مانگ رہا تھا اور آپ نے اسی وقت جو دس ہزار اس بچے کے حوالے کر دیے تھے اور سب لوگ آپ کی تعریف بھی کر رہے تھے۔ اخبار میں شاید خبر آئی تھی۔"
"ہاں! ہاں! یاد آگیا۔"
جمیل صاحب بولے۔
"ویٹر کہاں ہے۔" چوتھا جو اب تک خاموش تھا بول اٹھا۔
"وہ آرہا ہے۔" دوسرے نے سرگوشی کی۔
"بیچارے کو دیکھو تو سہی۔ ابھی عمر ہی کیا ہے۔" ننھا ویٹر ساجد نزدیک آچکا تھا۔
"جی سر! آرڈر دیجیے!"
آواز سن کر جمیل صاحب نے ویٹر کو غور سے دیکھا۔
"ارے ساجد! تم؟"
"سر! آپ یہاں؟" ساجد نے اپنے ہیڈ ماسٹر کو دیکھا تو حیران رہ گیا۔
"ارے! ارے جمیل صاحب! یہ وہی بچہ نہیں ہے جسے آپ کے اسکول بھر میں غالباً فرسٹ ڈویژن آنے پر خصوصی انعام دیا گیا تھا۔"
"ہاں! یہ وہی ہے۔" جمیل صاحب نے اعتراف کیا۔
"ارے ننھے بچے! تم یہاں کیسے؟ تمہارے پرنسپل تو نہایت دریا دل ہیں۔ کیا تم اب بھی ان کے اسکول میں پڑھتے ہو؟"

''اگر تم پر کوئی مصیبت آہی گئی تھی اور تمہیں یوں ہوٹلوں میں کام کرنا پڑا تو اپنے پرنسپل کو کیوں نہیں بتایا۔ وہ تمہاری مدد کر دیتے۔''

چوتھے نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

درحقیقت وہ سب جمیل صاحب کے دکھاوے سے بخوبی واقف تھے۔ جمیل صاحب صرف دکھانے کو ہی سخاوت کرتے تھے۔

''یار چھوڑو! بھوک لگی ہے کھانا منگواؤ!'' جمیل صاحب نے بات ٹالنے کی کوشش کی۔

''نہیں، جمیل صاحب! یہ بہت ذہین بچہ ہے ضرور کوئی مسئلہ ہے۔ بیٹے! تم مجھے اپنا سمجھو شاید ہم تمہاری مدد کر سکیں۔'' پہلا بولا۔

''وہ دراصل۔۔۔'' ساجد کہنے لگا۔

جمیل صاحب کا رنگ فق ہو چکا تھا۔ انہوں نے اسے گھور کر منع کرنے کی کوشش کی مگر چوتھے کی نظر جمیل صاحب پر ہی تھی۔ وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے۔

''وہ دراصل قرض ہم پر بہت بڑھ چکا تھا۔ ماں رات کو دیر تک کام کرتی۔ اس وجہ سے اس کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی تھی۔

قرض ادا کرتے کرتے میری دو ماہ کی اسکول کی فیس ادا نہ ہو سکی۔

کل پرنسپل صاحب نے کہا تھا کہ اگر ایک ہفتہ کے اندر اندر فیس نہ دی تو امتحان میں بیٹھنے نہیں دوں گا۔

اسی وجہ سے یہاں کام کرنے کے لیے آیا تاکہ فیس ادا کر کے امتحان دے سکوں۔''

ان چاروں نے حیرت بھری نظروں سے ماسٹر صاحب کو دیکھا جن کی نظریں شرم و ندامت سے جھکی ہوئی تھیں اور وہ سوچ رہے تھے کہ ریاکاری کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے۔

کاش زمین پھٹ جائے اور میں زمین میں سما جاؤں۔

مگر اب ممکن نہ تھا لیکن ایک تبدیلی وہ اپنے اندر محسوس کر رہے تھے۔

☆......☆......☆

عیب نہ ٹٹولو

حدیث شریف میں ہے کہ بندگانِ خدا کو ایذا نہ دو، انہیں عار نہ دلاؤ، ان کی پوشیدگیاں نہ ٹٹولو۔

جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب ٹٹولے گا، اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں کو ظاہر کر دیں گے، یہاں تک کہ وہ رسوا ہو جائے گا اور اس کے...... گھر والے بھی اسے بری نظر سے دیکھنے لگیں گے۔

(تفسیر ابن کثیر: جلد ۳ صفحہ ۴۹۲)

(انتخاب: حبیب اللہ)

نرالا پھول

محمد مستقیم

میں اپنے بستر پر سویا تیسرا خواب دیکھنے میں مصروف تھا کہ اچانک ایک زور دار آواز نے مجھے جھنجھوڑ کر جگا دیا۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا:

”کک کون ہے؟ کہاں ہے؟“

میں نے دائیں بائیں دیکھتے ہوئے کہا۔

”فکر نہ کرو یہ میں ہوں۔“

مجھے ایک باریک اور تیز سی آواز سنائی دی۔

”تت تم کون ہو، کیا تم بھوت ہو؟“

میں نے ڈرتے ہوئے پوچھا، کیوں کہ میں نے کچھ کتابوں میں پڑھا تھا کہ جن انسان کے اندر گھس کر ان پہ قبضہ جما لیتے ہیں۔

”ہاہاہاہا۔۔۔ہاہاہاہا، تم غلط سمجھے میں تمہارا قلم ہوں، میاں قلم!!“

مجھے وہی باریک آواز دوبارہ سنائی دی۔ اب میں نے غور سے دیکھا تو میری رائٹنگ ٹیبل پہ ایک چیز حرکت کرتی نظر آئی۔ میں ایک جھٹکے سے اٹھا اور میز کے سامنے پڑی کرسی پہ جا بیٹھا۔ میرے سامنے میرا قلم کھڑا مسکرا رہا تھا۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور کہا:

”چلو ٹھیک ہے، شکر ہے ورنہ میں تو ڈر ہی گیا تھا۔“

”اچھا سنو! یہ رسائل دیکھو!“

میاں قلم نے ایک طرف اشارہ کیا۔

میں نے وہاں دیکھا تو وہاں بچوں کے کئی رسائل میرے سامنے تھے۔

”ارے واہ! ان سے تو زبردست قسم کی خوشبوئیں اٹھ رہی ہیں۔“

میں نے رسائل کے ورق الٹتے ہوئے مشام جان معطر کیے۔

’’ہاں بالکل، ان رسائل میں بچوں کے لیے طرح طرح کے پھول کھلے ہوئے ہیں اور خوب مہک رہے ہیں لیکن۔۔۔۔‘‘

میاں قلم کہتے کہتے رک گیا۔

’’لیکن کیا؟؟؟‘‘

میں نے الجھن بھرے لہجے میں کہا۔

’’لیکن یہ کہ یہاں عرب کے پھول نہیں تھے، تب میں نے ایک کیاری میں کچھ بیج بو دیئے تھے۔‘‘ میاں قلم نے راز داری سے بتایا۔

’’ارے واہ، پھر کیا بنا۔‘‘

میں نے بے تابی سے پوچھا۔

’’بننا کیا تھا، موسم بہار کی آمد کے ساتھ ہی اس کیاری کے پودوں پہ پھول لگ گئے۔ چلو آج ایک پھول کو سونگھتے ہیں۔‘‘

میاں قلم مجھے ایک خوب صورت کیاری کے پاس لے گیا، وہاں رنگارنگ پھول کھلے تھے۔ میں نے ایک پھول کو سونگھا اور دوسرے ہی لمحے میں ایک نئی دنیا میں پہنچ چکا تھا۔

’’کیا محسوس کر رہے ہو؟ کیا دیکھ رہے ہو؟‘‘

میاں قلم نے پوچھا۔

’’یار! یہ خوشبو تو مجھے بہت دور لے گئی ہے اور میں ایک زبردست دور میں پہنچ گیا ہوں، یہاں ایک دادی اماں بچوں کو کہانی سنا رہی ہیں۔‘‘

میں نے خوشی سے سرشار لہجے میں کہا۔

’’واہ! تو یہ کہانی فوراً لکھ ڈالو، میری خدمات حاضر ہیں‘‘

میاں قلم نے کہا۔

’’کیوں نہیں، لو میں شروع کرتا ہوں۔ کہانی سن کر لکھتا جاؤں گا‘‘

میں نے کہا اور پھر میں لکھنے میں مگن ہو گیا۔ جیسے جیسے میں لکھتا جا رہا تھا، میاں قلم خوشی سے جھومتا جا رہا تھا، آپ بھی پڑھیے:

’’جنگل میں ایک انجینئر پرندہ تھا۔ اس کا نام تھا ہدہد اور وہ تعمیراتی کاموں میں بڑا ماہر تھا۔ سبھی پرندے اسے استاد کہتے تھے۔ وہ جنگل میں پرندوں کے لیے اچھے اچھے گھونسلے بھی بناتا تھا۔

ایک روز صبح سویرے اس کے دروازے پر دستک ہوئی:

’’کون؟؟‘‘

ہدہد نے جمائیاں لیتے ہوئے آواز لگائی۔

’’استاد محترم! دروازہ کھولیے!‘‘

باہر سے مینا اور چڑیا کی آوازیں وقفے وقفے سے سنائی دیں۔ ہدہد حیران رہ گیا۔ وہ فوراً باہر کو لپکا اور دروازہ کھول دیا۔ باہر مینا اور چڑیا اپنے اپنے بچوں کو لیے ٹھہری ہوئی تھیں۔

’’السلام علیکم‘‘

انہوں نے سلام کیا۔

’’وعلیکم السلام‘‘

ہدہد نے دونوں بچوں کو بغور دیکھا تھا۔

’’استاد ہم آپ کی خدمت میں آئی ہیں۔

آپ ہمارے ان دونوں بچوں کو گھونسلے بنانا تو سکھا دیں۔''

مینا نے اجتماعی درخواست پیش کی۔

''کیوں نہیں، مجھے خوشی ہوگی۔کل سے یہ آجائیں سیکھنے۔''

ہدہد نے رضامندی ظاہر کی تو وہ اسے سلام کر کے چلی گئیں۔

اگلے روز دونوں شاگرد وقت پہ پہنچ گئے۔

''ہاں تو بچو کیا نام ہیں تمھارے؟''

ہدہد نے پوچھا۔

''میرا نام مانو ہے۔''

مینا کا بچہ بولا۔

''اور میرا نام چانو ہے۔''

چڑیا کے بچے نے جواب دیا۔

''ہاں بھئی تم یہ علم و ہنر کیوں سیکھنا چاہتے ہو؟'' ہدہد نے ایک اور سوال کیا۔

''میں یہ اس لیے سیکھ رہا ہوں کہ مجھے میری امی نے مجبور کیا ہے۔''

مانی نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

''اور میں متجسس ہوں انکل، یہی وجہ ہے میں سیکھنا چاہتا ہوں اور میرا مقصد یہ ہے کہ میں سیکھ کر اوروں کی مدد کروں اور اپنے امی ابو کو خوش کروں۔''

چانو نے جوش سے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے''

ہدہد نے کہا اور پھر اس نے انہیں سکھانا شروع کر دیا۔اس نے بتایا کہ گھونسلہ بنانے کا پہلا مرحلہ جگہ کا انتخاب ہے۔ہمیں ایسی جگہ منتخب کرنا ہوگی جو جنگلی درندوں سے دور ہو۔

دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ ہم اچھے اچھے تنکے اور چکنی مٹی لے آئیں۔اور ان تنکوں کو مٹی کی مدد سے چپکاتے جائیں۔

ہدہد انہیں کئی دن سکھاتا رہا۔اس دوران چانو تو توجہ سے سیکھتا رہا جب کہ مانو کی توجہ ہی نہ ہوتی تھی بلکہ وہ تو کھیلتا رہتا تھا۔

آخر ایک دن ہدہد نے کہا:

''اب تم لوگوں کا کورس مکمل ہوگیا ہے اور اب تم انجینئر بن چکے ہو،اب تم لوگ جا سکتے ہو۔''

دونوں پرندوں نے استاد محترم کا شکریہ ادا کیا اور ''پھرر'' سے اڑ گئے۔اگلے روز چانو نے سبھی پرندوں کی موجودگی میں ایک نیا اور عمدہ گھونسلہ بنا ڈالا جبکہ مانو کچھ بھی نہ بنا سکا۔اس کے تنکے اور چکنی مٹی سب چیزیں ضائع ہوگئیں۔یہ دیکھ کر مانو کی امی بولیں:

''کل سے تم دوبارہ سیکھنے جاؤ گے اور اس بار توجہ سے سیکھنا۔''

اگلے روز مانو برے برے منہ بناتا استاد ہدہد کے پاس جا رہا تھا۔اچانک اس کی نگاہ ایک درخت پہ پڑی اور وہ اچھل پڑا۔

اس نے دیکھا کہ اخروٹ کے بڑے درخت

پہ لگے نوٹس بورڈ پہ لکھے اعزازی ناموں میں ایک اور اعزازی نام لکھا جا چکا تھا:

''انجینئر چانو''

یہ دیکھ کر مانو دل ہی دل میں پچھتانے لگا۔اب اس نے ماضی کی کوتاہیوں کا ازالہ کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔وہ ایک نیا عزم لیے آگے بڑھ گیا۔

''واہ! بہت مزے دار کہانی ہے۔واہ!''

کہانی ختم ہوتے ہی میاں قلم نے تبصرہ جھاڑا۔

''صرف مزے دار؟''

میں نے برا سا مونہہ بنایا۔

''ارے نہیں نہیں،صرف مزے دار نہیں بلکہ بہت زیادہ مزے دار''

میاں قلم نے گھبرا کر کہا اور اس کا انداز دیکھ کر میں بے اختیار ہنس پڑا۔

☆......☆......☆

مختصر راستہ

ایک دفعہ ایک بزرگ حاضرین مجلس سے فرمانے لگے میں تمہیں اللہ کے قرب کا مختصر راستہ بتائے دیتا ہوں۔ کچھ دن کرلو پھر دیکھو کیا ہوتا ہے،قرب کی منزلیں کیسے طے ہوتی ہیں:

1۔اللہ پاک سے چُپکے چُپکے باتیں کرنے کی عادت ڈالو وہ اس طرح کہ جب بھی کوئی جائز کام کرنے لگو دل میں یہ کہا کرو اللہ جی!!

1۔اس کام میں میری مدد فرمائیں۔

2۔میرے لئے آسان فرمادیں۔

3۔عافیت کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچائیں۔

4۔اپنی بارگاہ میں قبول فرمالیں۔

یہ چار مختصر جملے ہیں مگر دن میں سینکڑوں دفعہ اللہ کی طرف رجوع ہو جائیگا اور یہی مومن کا مطلوب ہے کہ اس کا تعلق ہر وقت اللہ سے قائم رہے۔

(قاری ربنواز)

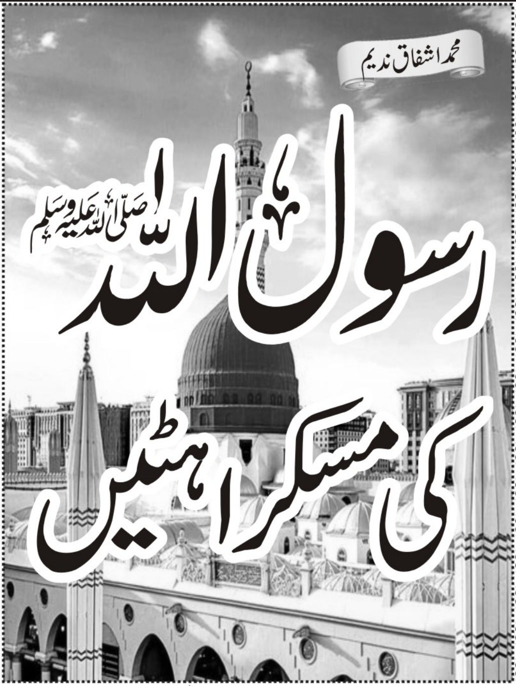

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکراہٹیں

محمد اشفاق ندیم

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنجیدگی ومتانت، عظمت و وقار اور خوش سلیقگی کا پیکرِ حسین تھے۔ بلاضرورت کبھی گفتگو نہ فرماتے اور نہ ہی آواز سے ہنستے تھے۔آپ کا ارشادِ عالیشان ہے:

لا تکثر الضحک فانّ کثرة الضحک تمیت القلب۔ (ترمذی)

ترجمہ: زیادہ نہ ہنسو اس لیے کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جانثاروں اور غلاموں کی دل جوئی اور دل بستگی کے لیے کبھی کبھار خوش طبعی فرمالیا کرتے تھے۔ آپ اپنے غلاموں کے ساتھ دل لگی فرما کر ان کے قلوب و اذہان کو جِلا بخشتے اور ان میں سچی محبت اور بے لوث پیار کے چشمۂ صافی جاری فرمادیا کرتے تھے۔

سیرتِ طیبہ اور احادیثِ نبویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور ِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر تبسم فرمایا کرتے جس سے غمزدوں، بے کسوں، بے بسوں اور بے نواوں کو تسکین و راحت ملتی اور روتوں، گریہ زاری کرنے والوں اور اشک باروں کو فرحت وتازگی کا احساس ہوتا اور وہ اپنا رنج وغم سب بھول جایا کرتے تھے۔

امام ترمذی نے حارث بن جزء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

ما رایت احداً اکثر تبسماً من رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم و فی روایة ما کان ضحک رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم الا تبسماً۔

☆ حضرت حارث نے کہا کہ میں نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔(ترمذی شریف)

☆ حضرت عمرہ بنت عبدالرحمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لاتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہٗ کار کیا تھا؟ آپؓ نے فرمایا:

آپ ﷺ کا سلوک گھر والوں کے ساتھ عام لوگوں کے سلوک کی طرح تھا۔

اکرم الناس خلقاً کان ضاحکا بساماً۔

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ کریم الاخلاق تھے ہنستے بھی تھے مسکراتے بھی تھے۔''

☆ حضرت جبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

ترجمہ:''حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے بڑھ کر خوش طبع تھے۔''

لیکن آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ ظرافت ،خوش طبعی ،دل لگی اور دل آویز تبسم اعتدال اور میانہ روی کا مرقع تھی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انی لا امزح و لا آقول الا حقاً۔

''میں مزاح تو کرتا ہوں لیکن ہمیشہ سچ کہتا ہوں۔''

☆ حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہنسی صرف تبسم ہوا کرتی تھی۔''

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میں نے کبھی ایسا نہیں دیکھا کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے ساتھ ہنسی مذاق کیا ہو آپ عام لوگوں کی طرح دوسروں کے ساتھ ناشائستہ ہنسی مذاق نہیں فرماتے تھے،صحابہ آپ کی مجلس میں ایسی سنجیدگی و متانت سے بیٹھتے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔''

☆ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی کی وضاحت کرتے ہوئے ام نبیط رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''ایک دفعہ ہم اپنی ایک نوجوان بچی کو اس کے خاوند، جو قبیلہٗ بنی نجار کا فرد تھا، کے پاس لے جا رہی تھیں۔میرے ساتھ بنی نجار کی عورتیں بھی تھیں۔میرے پاس دف تھی جو میں بجا رہی تھی اور میں کہہ رہی تھی۔

اتینا کم اتینا کم فحیو نا نحییکم

''ہم تمہیں سلام کہتی ہیں تم ہمیں سلام کہو۔''

ولولا الذهب الاحمر ماحلّت بوادیکم

''اور اگر تمہارے پاس سرخ سونا نہ ہوتا تو یہ عروسہ تمہاری وادی میں نہ اترتی۔''

ہم اس طرح گزر رہی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہمارے پاس کھڑے ہو

گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے ام نبیط یہ کیا کر رہی ہو؟ میں نے عرض کی میرا باپ اور میری ماں حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر قربان، یارسول اللہ! یہ قبیلۂ بنی نجار کی دلہن ہے جسے ہم اس کے خاوند کے پاس لے جارہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کیا کہہ رہی تھیں؟ میں نے اپنے وہ گیت سنائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ولولا الحنطة السمراء ما سمنت عذاریکم

''اگر یہ گندم نہ ہوتی تو تمہاری یہ کنواریاں اتنی موٹی نہ ہوتیں۔''

☆ حضرت علی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی سواری کے لیے گھوڑا لایا گیا، آپ نے جب اس کی رکاب میں پاؤں رکھا تو بسم اللہ کہا، پھر اس کی پیٹھ پر سوار ہوئے تو الحمدللہ فرمایا، پھر سواری کی دعا پڑھی، پھر تین بار الحمدللہ اور اللہ اکبر کہا اور پھر یہ دعا پڑھی:

سبحانک انی ظلمت نفسی فاغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔

''یارب تو پاک ہے بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، تو مجھے بخش دے تیرے سوا کوئی گناہ معاف کرنے والا نہیں ہے۔

''یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس پڑے۔

میں نے پوچھا، یاامیر المؤمنین رضی اللہ عنہ! آپ کس بات پر ہنسے؟ فرمایا: میرے سامنے ایک بار حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا اور پھر آپ ہنسے تھے وجہ پوچھنے پر آقا علیہ السلام نے فرمایا تھا: ''جب بندہ کہتا ہے، یارب میرے گناہ بخش دے، اور بزعمِ خویش یہ سمجھتا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی میرے گناہ معاف کرے گا اور کوئی بخشنے والا نہیں تو اللہ تعالیٰ بندے کی اس بات سے خوش ہوتا ہے۔''

اس بات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسکرائے تھے اور اس سنت کی پیروی میں سیدنا علیِ مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بھی مسکرائے۔

اس سے یہ واضح ہوا کہ مسکرانا پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور شمع رسالت کے پروانے کس طرح سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت والفت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایک ادا کو ادا کرنے میں مخلص تھے۔

اب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ ظرافت، شگفتہ مزاجی، خوش طبعی اور دل آویز تبسم کے بارے میں مزید چند احادیثِ طیبہ ملاحظہ فرمائیں۔

☆ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے خوش طبعی کے طور پر فرماتے:

''اے دو کانوں والے۔''

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں گھل مِل جایا کرتے تھے۔ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا، اس کا بلبل مر گیا، وہ بڑا افسردہ اور مغموم تھا۔ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے اس کی افسردگی کو دور کرنے کے لیے فرمایا۔

یااباعمیر مافعل النغیر

"اے ابوعمیر تیرے بلبل کو کیا ہوا؟"

یہاں "عمیر" اور "نغیر" جیسے ہم قافیہ الفاظ کے استعمال سے خوش طبعی فرمائی گئی ہے۔

☆ ایک دیہاتی صحابی حضرت زاہر بن حرام رضی اللہ عنہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں دیہات کی چیزیں بطورِ تحفہ لایا کرتے تھے۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم ان کو شہر کی چیزیں تحفہ دیا کرتے تھے۔ وہ اگرچہ زیادہ خوش شکل نہیں تھے مگر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت زیادہ محبت فرماتے۔ ایک دن وہ بازار میں بیٹھے کچھ سامان بیچ رہے تھے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے آکر آنکھوں پر اپنا دستِ مبارک رکھ دیا اور فرمایا:

من یشتری ھٰذا العبدَ؟

"اس غلام کو کون خریدتا ہے؟"

مزاح کا یہ انداز کتنا دل کش، حسین وجمیل اور جود وعطا والا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابی حضرت زاہر (رضی اللہ عنہ) سے خوش طبعی تو فرمارہے ہیں ساتھ ساتھ اُن کی قسمت بھی چمکا رہے ہیں انہیں خود اپنی زبانِ نبوت سے "غلام" کہہ کر پکار رہے ہیں۔

☆ ایک شخص نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری مانگی؛ ارشاد فرمایا:

انا حاملوک علیٰ ولد الناقہِ۔

"ہم تمہیں اونٹنی کے بچے پر سوار کریں گے۔"

اس نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں اونٹنی کے بچے کا کیا کرونگا؟

فرمایا: اونٹ بھی تو اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔

☆ حضرت محمود بن ربیع انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ پانچ سال کے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے ان کے گھر میں ایک کنواں تھا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی نوش فرمایا اور خوش طبعی کے طور پر پانی کی ایک کلّی حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ماری۔ (بخاری شریف)

محدثین کرام علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس کی برکت سے ان کو وہ حافظہ حاصل ہوا کہ اس قصہ کو یاد رکھتے اور بیان فرماتے اس وجہ سے صحابہ میں شمار ہوئے۔

☆ ابن عساکر اور ابویعلیٰ صحیح راویوں کے واسطہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حریرہ پکایا اور لے کر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بھی حاضر تھیں۔

میں نے انہیں کہا کہ آپ بھی کھائیں۔ انہوں نے کھانے سے انکار کیا۔ میں نے کہا یا تو کھاؤ یا میں یہ حریرہ تمہارے چہرے پر مل دوں گی۔

انہوں نے پھر بھی کھانے سے انکار کیا۔ میں نے اس حریرہ میں ہاتھ ڈالے اور اسے لے کر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے چہرہ پر مل دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا سر اپنی رانِ مبارک پر رکھا اور حضرت سودہ سے فرمایا: تم بھی اسی طرح اس حریرہ کو عائشہ کے چہرہ پر لیپ کر دو۔ چنانچہ حضرت سودہ نے میرے چہرے پر وہ حریرہ مل دیا۔ ہم دونوں کو اس حالت میں دیکھ کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم خوب ہنسے۔

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں اس آدمی کو جانتا ہوں جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا اور اس کو بھی جانتا ہوں جو سب سے پہلے جہنم سے نکالا جائے گا۔ ایک آدمی کو قیامت کے روز پکڑ کر لایا جائے گا اور فرشتوں کو کہا جائے گا پہلے اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کرو اور اس کے بڑے گناہوں کو پوشیدہ رکھو۔ جب اسے کہا جائے گا کہ یہ یہ گناہ تم نے کیے۔ وہ اقرار کرے گا اور انکار نہیں کرے گا اور اسے ان چھوٹے گناہوں کا کوئی خوف نہ ہوگا البتہ اسے یہ اندیشہ ضرور ہوگا کہ اگر اس کے بڑے گناہ پیش کیے گئے تو اس کا انجام کیا ہوگا۔ جب اس کے سامنے جو گناہ پیش کیے جائیں گے ان کو وہ تسلیم کرے گا فرشتوں کو فرمایا جائے گا: اعطوہ مکان کل سیئۃ عملھا حسنۃً ہر گناہ کے بدلے جو اس نے کیا ہے اس کو نیکی دے دو۔ وہ کہے گا میرے پروردگار! میرے تو ایسے گناہ بھی تھے جو یہاں نہیں دیکھ رہا۔“

اس کا مقصد تھا کہ وہ بڑے گناہ بھی پیش کیے جائیں اور ان کو بھی نیکیوں سے بدل دیا جائے۔ حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوب ہنسے یہاں تک کہ دندانِ مبارک نمایاں ہو گئے۔

☆ حضرت امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک بوڑھی صحابیہ بارگاہِ نبویہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں عرض گزار ہوئی، یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! دعا فرمائیے اللہ تعالیٰ مجھ کو جنت میں داخل فرمائے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہِ مزاح اسے کہا کہ بوڑھی عورت جنت میں نہیں جائے گی۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرنے کے لیے مسجد تشریف لے گئے۔ اس بوڑھی عورت نے رونا شروع کر دیا، خوب روئی یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! جب سے آپ نے اس بوڑھی عورت کو یہ فرمایا ہے کہ کوئی بوڑھی عورت جنت میں نہیں جائے گی۔ اس وقت سے زار وقطار رو رہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر ہنس پڑے، فرمایا: بے شک جنت میں کوئی بوڑھی

عورت نہیں جائے گی (بلکہ جوان ہو کر جائیں گی) ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

انا انشانٰھن انشاءً فجعلنٰھن ابکاراً۔

''بے شک ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر پیدا کیا اور پھر انہیں کنواریاں بنایا۔''

☆ حضرت امام احمد ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں آپؓ نے فرمایا: ایک دفعہ میں ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھی۔ میری عمر اس وقت چھوٹی تھی اور میرا بدن ہلکا پھلکا تھا۔ حضور ﷺ نے لوگوں کو کہا تم آگے چلے جاؤ وہ سب آگے چلے گئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: آؤ آپس میں دوڑ لگائیں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوڑ لگائی۔ میں آگے نکل گئی۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد میں فربہ ہوگئی اور وہ واقعہ میں بھول گئی۔ پھر ایک مرتبہ سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی۔ حضور صلی اللہ علی ہوسلم نے لوگوں کو حکم دیا تم آگے چلے جاؤ۔ جب لوگ آگے چلے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: آؤ دوڑ لگائیں۔ چنانچہ اس دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے۔ آپ ہنستے رہے، فرمایا:

ھٰذہٖ بِتِلک کہ اب بدلہ چکا دیا گیا۔

☆ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں تشریف فرما تھے۔ وہاں پکی ہوئی اور نیم پختہ کھجوریں رکھی تھیں۔ میری ایک آنکھ دکھتی تھی میں نے کھانے کے لیے ایک کھجور اُٹھالی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اتا کل التمر علیٰ عینیک و انت رمِد۔

''کیا تم کھجور کھا رہے ہو اور تمہاری آنکھ دکھتی ہے؟'' میں نے عرض کی:

یارسول اللہ! میں اپنی صحیح آنکھ کی طرف سے کھا رہا ہوں۔ حضور (ﷺ) ہنس پڑے۔

☆ امام ابو داؤد حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں: ایک انصاری تھا جو بڑا خوش طبع تھا۔ جب وہ قوم سے بات کرتا تو انہیں خوب ہنساتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز تشریف لائے اور جو چھڑی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں تھی اس کے ساتھ اس کی کمر کو کھجلایا۔

اس شخص نے عرض کی، یارسول اللہ (ﷺ)! میں تو بدلہ لوں گا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک بدلہ لے لو۔ اس نے عرض کی، یارسول اللہ (ﷺ)! جب آپ نے مجھے کھجلایا تو میں نے قمیص نہیں پہنی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قمیص پہنی ہوئی ہے اس طرح اگر کروں تو بدلہ نہیں ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اوپر اٹھائی۔ وہ دوڑ کر آیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گلے لگایا

اور آپ کی کمرِ پاک کو بوسے دینے لگا، عرض کی! میں نے یہ سارا حیلہ اس مقصد کے لیے کیا تھا۔

☆ امام بخاری نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ایک سفر میں مجاہدین کے ساتھ جو بوجھ تھا وہ بہت گراں محسوس ہونے لگا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: تم اپنی چادر بچھاؤ۔ چنانچہ انہوں نے اپنا بوجھ اس میں ڈال دیا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِحۡمِل فَاَنۡتَ سَفِيۡنَة۔

''اسے اٹھا لو تم تو کشتی ہو''........... یعنی کشتی میں سارا بوجھ سما جاتا ہے اور وہ اٹھا لیتی ہے۔

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کے نام کو ذو معنی انداز میں ارشاد فرما کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جانثار صحابی سے جو خوش طبعی فرمائی، اس سے صحابیِ رسول حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کا ایمان پختہ ہو جاتا ہے اور وہ وجد و سرور میں کہہ اُٹھتے ہیں کہ: جب آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ''کشتی'' فرمایا تو اس کے بعد سات اونٹوں کے بوجھ مجھ پر لاد دیا جاتا تو وہ مجھے بھاری نہ معلوم ہوتا۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حدی خواں تھا جو دورانِ سفر ازواجِ مطہرات کے اونٹوں کے سامنے حدی خوانی کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے حدی کے اشعار کہے تو اونٹوں پر مستی کی کیفیت طاری ہو گئی اور وہ تیز تیز چلنے لگے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حدی خواں کو فرمایا:

اے انجشہ! تیرا بھلا ہو کانچ کی نازک شیشوں کے ساتھ نرمی کرو یعنی اونٹوں کو آہستہ چلنے دو مبادا انہیں (ازواجِ مطہرات کو) کچھ اذیت پہنچے۔ ازاوجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو کانچ کی نازک شیشیاں کہنا۔ یہ بھی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی اور شانِ ظرافت کا ایک نمونہ ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بعض احادیث میں جو مزاح اور کھیل وغیرہ کی ممانعت آئی ہے وہ کثرت اور زیادتی سے ہے۔ یعنی جو خوش طبعی اور کھیل وغیرہ اللہ عزوجل کی یاد سے اور دینی امور پر غور و فکر کرنے سے غافل کردے وہ منع ہے اور جو شخص ان کے باعث دینی امور سے غافل نہ ہو سکے اس کے لیے یہ مباح یعنی جائز ہے۔

اگر اس سے کسی کی دل جوئی اور کسی سے دلی محبت کا اظہار مقصود ہو جیسا کہ نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل مبارک تھا تو یہ مستحب ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ میں تواضع اور خوش طبعی نہ ہوتی تو کسی میں یہ قدرت و طاقت نہ ہوتی کہ آپ کی خدمتِ عظمت نشان میں بیٹھ سکتا یا آپ سے کلام کر سکتا کیونکہ آپ کی ذاتِ اقدس میں انتہائی درجہ کا رعب و جلال اور شوکت و دبدبہ تھا۔

☆......☆......☆

یوم دفاع پاکستان وہ دن ہے، جب پوری قوم پاک فوج کے ساتھ اظہار یکجہتی کرتے ہوئے اس عزم کا اظہار کرتی ہے کہ وہ ہر لمحہ پاک فوج کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑی ہے۔

اس دن کو منفرد انداز میں شہدا کو خراج عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔

شہدا اور ان کے لواحقین قوم کے ہیرو اور سرمایہ ہیں اور زندہ قومیں کبھی اپنے شہدا کو نہیں بھولتیں۔

6 ستمبر 1965ء ہماری عسکری تاریخ کا انتہائی اہم ترین دن ہے۔ یہ دن ہمیں جنگ ستمبر کے اُن دنوں کی یاد دلاتا ہے جب پاکستان کی مسلح افواج اور پوری قوم نے بھارتی جارحیت کے خلاف اپنی آزادی اور قومی وقار کا دفاع کیا تھا۔

اس دن محب وطن پاکستانی شہریوں نے اپنی مسلح افواج کے ساتھ یکجہتی کا بے مثال مظاہرہ کیا اور یہ جنگ پاکستانی قوم اور مسلح افواج کی مشترکہ جدوجہد تھی جو آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ کا کام کرتی رہے گی۔

اس تاریخی دن کے ساتھ ایسی انمٹ یادیں اور نقوش وابستہ ہو چکے ہیں جنہیں زمانے کی گرد بھی نہ دھندلا سکے گی۔

یہ دن جہاں ہماری پاکستانی قوم کے لئے بڑی آزمائش کا دن تھا وہاں پر نڈر اور بہادر افواج کے لئے بھی انتہائی کڑا وقت تھا۔

اس دن پوری قوم اور مسلح افواج کے افسروں، جوانوں نے مل کر رفاقت کے سچے جذبے کے ساتھ بزدل، مکار و عیار دشمن کے ناپاک اور گھناؤنے عزائم کو خاک میں ملا دیا تھا۔

ان فرزندانِ پاکستان کی بامثال اور لازوال

قربانیوں کی بدولت آج ہمیں تاریخ میں ایک باوقار مقام حاصل ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قوم کے جذبہ ایمان، کردار، ہمت اور خلوص کا امتحان جنگ سے ہوا کرتا ہے۔ 6 ستمبر 1965ء کی جنگ اس کی زندہ مثال ہے۔ جس میں پاکستانی قوم اور افواجِ پاکستان نے ثابت کر دیا کہ ان کا دل اللہ کی یاد سے لبریز، حبِ رسول سے مامور، دین کی محبت سے آباد اور وطن کی آزادی و حرمت پر مر مٹنے کے جذبے سے سرشار ہے۔

یہی وہ سرمایہ تھا جس کے بل بوتے پر اس نے اپنے سے تعداد اور اسلحہ میں کئی گنا بڑی طاقت کے سارے خواب بکھیر دیئے اور سارے منصوبے اور غرور خاک میں ملا دیئے۔

اس وطن کے ننھے منے بچوں، بڑے بوڑھوں اور خواتین نے وہ کام کر دکھایا جو ان کا نہیں تھا۔ ایسے مظاہرے چشم فلک نے کئی ایک محاذوں پر دیکھے ہوں گے۔

اس دور کے ایسے بہادر بچے جہاں بھی ہوں خراج تحسین کے مستحق ہیں کہ جو مورچوں میں دشمن سے برسرِ پیکار محافظین وطن کو پانی کی بالٹیاں پہنچایا کرتے تھے۔

ان میں سے ایک کی عمر بارہ دوسرے کی دس اور تیسرے کی ساڑھے آٹھ برس تھی۔ وہ تینوں سگے بھائی تھے والدین نے انہیں دعائیں دے کر یہ کام کرنے کو کہہ دیا تھا۔ سب سے چھوٹا محاذ جنگ سے قریباً آٹھ میل کے فاصلے پر واقع اپنے گاؤں میں اپنی ماں سے درمیانے سائز کی پانی سے بھری بالٹی یا گھڑا لیتا اسے اٹھا کر قریباً آدھا میل تک لے جاتا جہاں اس سے بڑا بھائی کھیتوں میں کوئی ڈیڑھ میل کا فیصلہ طے کر کے تیسرے سب سے بڑے بھائی تک پہنچتا اور پھر تیسرا بھائی اس پانی کو ایک خاص مقام تک پہنچایا کرتا جہاں سے اس کے وطن کے سپاہی آ کر خود لیجاتے تھے۔ یہ عمل ان بھائیوں نے جنگ کے خاتمے تک سترہ روز تک جاری رکھا۔

آفرین ہے اس بوڑھے رہڑہ بان پر جو محاذ کے نزدیک ترین ایک سرحدی گاؤں میں اکیلا صرف اس لیے رہتا تھا کہ وہاں سے پانی بھر کر اپنے فوجی جوانوں کی ضرورت پوری کرنے میں دن رات مگن رہتا۔

محاورتاً تو یہی کہا جائے گا کہ قوم پشت پر تھی مگر حقیقت یہ ہے کہ 1965ء کی جنگ پاکستان کی قوم نے فوج کے شانہ بشانہ لڑی اور کامیابی حاصل کی۔ 6 ستمبر ان شہیدوں اور غازیوں کو سلامی پیش کرنے کا دن ہے جنہوں نے سیالکوٹ سیکٹر میں چونڈہ کے مقام پر بھارت کے آرمڈ اور تین دوسرے ڈویژنوں جن میں پانچ سو ٹینک تھے کی یلغار کو اللہ کے فضل و کرم سے صرف ایک ڈویژن اور ایک آرمڈ فارمیشن سے پسپا کر دیا تھا۔

اس جنگ میں پاکستان اور بھارت کا تناسب ہر لحاظ سے ایک اور سات کا تھا۔ 6 ستمبر کا دن میجر راجہ عزیز بھٹی اور میجر شفقت بلوچ کی کمان میں غازی نہر کے کنارے داد شجاعت دینے والے مجاہدوں کو خراج تحسین پیش کرنے کا ہے جنہوں نے بھارتی فوج کے عزائم کو خاک میں ملا کر تاریخی کارنامہ سرانجام دیا۔

6 ستمبر کا دن بھارت کے علاقہ کھیم کرن تک اپنے نقوش پا چھوڑنے والے شہیدوں اور غازیوں کے آگے جبین نیاز خم کرنے کا ہے۔

6 ستمبر کا دن فاضلہ کا سیکٹر کے سرفروشوں کو عقیدت و محبت کا نذرانہ پیش کرنے کا ہے جن کے نعرہ تکبیر کی صداؤں سے بھارتیوں کے دل ڈوبتے رہے۔

6 ستمبر کا دن چھمب اور جوڑیاں کی پر پیچ وادیوں اور اونچی کھائیوں کے چپے چپے بہادری کی داستانیں رقم کرنے والوں کی یاد میں گردنیں خم کرنے کا ہے۔

پاکستان کی عسکری اور دفاعی تاریخ کے روشن باب سے ہر دور کے افراد قوم کا آگاہ ہونا ضروری ہے کہ پاکستان کا ازلی دشمن بھارتی کس طرح رات کی تاریکی میں پاکستان پر چڑھ دوڑا تھا جبکہ تاریخ نے ہر نازک موڑ پر پاکستان کے دوست نما دشمن امریکا کی طرف سے پاکستان کے اس وقت کے حکمرانوں کو بھی اس امر کی طفل تسلیاں دی گئیں تھیں کہ بھارت پاکستان پر حملہ نہیں کرے گی۔

یہی وجہ تھی کہ اس وقت کی فوجی حکومت نے بھی عقل کے ناخن لینے کی بجائے امریکا جیسے ملک کی دوستی پر انحصار کرتے ہوئے تحفظ وطن کی خاطر ایسی دفاعی تیاریاں پر بھرپور توجہ نہ دی تھی جو اس دور کے حالات کا تقاضا تھا۔ کیونکہ اس وقت بھی ایوب خان کو عقل کل سمجھ بیٹھے تھے۔ اس کا واضح ثبوت پاکستان کے انتہائی اہم جنگی سیکٹر لاہور میں پاکستانی فوج کی عدم موجودگی سے ملا۔

لاہور کے محاذ پر ارض وطن کے مایہ ناز فرزندوں میجر راجہ عزیز بھٹی (شہید نشان حیدر) اور میجر شفقت بلوچ (ستارہ جرات جو بعد میں کرنل بنے) کی الگ الگ کمان میں صرف دو کمپنیاں تھیں۔ یہ کمپنیاں ایک ایک سو جانثاروں سے بھاری تھیں۔ بھارت نے اس سیکٹر پر توپ خانے کے ساتھ انفنٹمری کی بھاری تعداد سے حملہ کیا تھا جبکہ پاکستان کی سرحدوں پر غیر متوقع حملے کو روکنے کیلئے کوئی تیاری نہیں تھی۔ لیکن ہمارے جوانوں نے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

بلاشبہ 6 ستمبر 1965ء ایک ایسا دن تھا جس نے پاکستان کے ایک ایک فرد کو جھنجھوڑ کر جگا دیا تھا۔ آج پاکستان کو اسی 1965ء والے جذبے کی اشد ضرورت ہے، آج بھی پاک فوج کو بطور قوم ہماری ضرورت ہے، قومی یکجہتی کی ضرورت ہے، ملک سے بیرونی عناصر کو نکالنے کی ضرورت ہے

اور سب سے بڑھ کر ستمبر 1965ء والے قومی و اجتماعی جذبے کی ضرورت ہے۔ کیوں کہ دفاع وطن کے تقاضوں کو آج بڑے بڑے چیلنجوں کا سامنا ہے۔

آئیے یوم دفاع پر ہم سب مِل کر یہ عہد کریں کہ جب بھی پاکستان کو دفاع کی ضرورت پڑے گی تو پاکستان کا بچہ بچہ افواجِ پاکستان کے ساتھ مل کر وطن عزیز کا پورا دفاع کرے گا۔ کیوں کہ یہ تقاضے آج اس حوالے سے بھی اہمیت اختیار کر گئے ہیں کہ پاکستان دہشت گردی کے خلاف جنگ میں برسرپیکار ہے۔

پاکستان جو خود اپنی تاریخ کے ایک نازک ترین دور سے گزر رہا ہے کی افواج دفاع وطن کے لیے اندرونی اور بیرونی سرحدوں پر ڈٹی ہوئی ہیں۔ ایک محاذ پر اسے بھارت جیسے شاطر اور کم ظرف دشمن کا سامنا ہے تو دوسری جانب اسے بیرونی اور اندرونی خلفشار کا بھی سامنا ہے۔

اس یوم دفاع پر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ملک کی سلامتی رکھے اور پاک فوج میں یونہی وطن پر جانثار ہونے کا جذبہ قائم رکھے۔ (آمین)

☆......☆......☆

قیمتی باتیں

☆ وہ انسان ہرگز بھی مطمئن اور فاتح نہیں ہوسکتا، جو زندگی کی ضروری حاجات کے علاوہ اور چیزوں کی بھی حرص رکھتا ہو۔

☆ سب سے بہتر مؤمن وہ ہے جو خود قرآن پاک کو سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔

☆ اچھے دوست کی صحبت اس پھول کی مانند ہے جو چمن میں رہ کر چمن کی رونق ہوتا ہے اور چمن سے ٹوٹ کر دوسرے لوگوں کو اپنی خوشبو سے فیض یاب کرتا ہے۔

☆ اپنی زندگی میں اگر کچھ پانا چاہتے ہو تو جدوجہد کرنا سیکھو کیونکہ کچھ پانے کے لئے بہت کچھ کھونا پڑتا ہے۔

☆ جس گھر میں تعلیمی ماحول ہو اور خوش نصیبی سے نیک ماں بھی ہو وہ گھر تہذیب اور انسانیت کی یونیورسٹی ہے۔

☆ اگر تم جنت میں اپنا مقام بنانا چاہتے ہو تو یتیموں اور مسکینوں کو اپنے گھروں میں پناہ دو۔

(انتخاب: منیب الرحمن)

آنسو

عبداللہ

"یار اورنگزیب! ایک بات پوچھوں سچ سچ بتاؤ گے؟" مشتاق نے اپنے بے تکلف دوست سے پوچھا۔

"اب مجھ سے اجازت لیا کرو گے بات پوچھنے کی بھی؟"

اورنگزیب نے حیرت سے مشتاق کو دیکھا اور بولا۔

"یار! وہ بات ہی ایسی ہے مجھے ڈر ہے کہیں تم ناراض نہ ہو جاؤ!"

مشتاق نے جھجک کر کہا۔

"اللہ کے بندے! اب کہہ بھی ڈالو!"

اورنگزیب جھلا گیا۔

"کل بھی میں نے تمہیں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور پھر تم رو رو کر دعا بھی مانگ رہے تھے۔ میں حیران ہوں کہ تم نے کب سے نماز شروع کر دی اور پھر یہ رو رو کر نماز پڑھنا میری سمجھ میں نہیں آیا، دعا تو ہر نمازی مانگتا ہے مگر میں نے کسی کو روتے ہوئے دعا مانگتے نہیں دیکھا۔"

مشتاق کہتا چلا گیا۔

اورنگزیب کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اس نے پیار بھری نظروں سے مشتاق کی طرف دیکھا اور پھر کہنے لگا۔

"میں نے چند دن قبل سے باقاعدہ نماز پڑھنی شروع کر دی تھی۔ ایک دن اتفاق سے میرے سر میں درد تھا اور میں لیٹا ہوا تھا بس سوچتے سوچتے میں اپنی سابقہ زندگی کا سدباب کر بیٹھا تب مجھ پر انکشاف ہوا کہ میں نے تو آخرت کے لیے کچھ بھی نہیں کمایا سوائے گناہوں کے۔ مجھے یہ احساس ہوا کہ ہر آدمی صبح اٹھ کر کسی نہ کسی صورت میں روزگار کے لیے نکلتا ہے اسی طرح ہم بھی دنیا میں ایک خاص مقصد کے لیے آئے ہیں، بس یہ وہی لمحہ تھا کہ میں نے فیصلہ کیا کہ اب اپنی زندگی کو اسلام کے مطابق گزاروں گا۔"

اورنگزیب چپ ہو گیا مشتاق بہت متاثر نظر آ رہا تھا۔

اورنگزیب پھر بولنے لگا۔

"مشتاق یار! بس کیا بتاؤں میں نے جہنم کا

تصور کیا، اللہ کے عذاب کے بارے میں سوچا تو مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی۔ اب میں جب بھی نماز ادا کرتا ہوں، اللہ کے خوف سے میری آنکھوں سے آنسو نکل آتے ہیں۔“

اورنگزیب کا لہجہ کہتے کہتے بھر گیا تھا۔

چند لمحے خاموشی میں بیت گئے پھر مشتاق بولا:

”کیا اللہ ہمارا اس طرح رونا پسند کریں گے؟“ اورنگزیب جذباتی لہجے میں بولا۔

”اللہ کو دو قطرے بہت پسند ہیں، ایک آنسو کا قطرہ جو اس کے خوف سے نکلے اور دوسرے خون کا وہ قطرہ جو جہاد میں کسی زخم سے ٹپکے۔“

چند لمحے توقف کے بعد وہ مزید بولا۔

”جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ کسی سے نہیں ڈرتا۔“

پاس سے گزرتے سر حیدر نے اورنگزیب کی گفتگو کا آخری جملہ سنا تو وہ رک گئے۔

انہیں بہت خوشی ہوئی کہ اسکول کے ہاف ٹائم میں جب سارے بچے کھیل رہے تھے یا دیگر تفریحات میں مصروف ہیں دو ذہین اور اچھے طالب علم دین کی باتوں میں مصروف ہیں وہ بھی ان دونوں کے نزدیک گھاس پر بیٹھ گئے۔ ان دونوں کو سر حیدر کی آمد سے خوشی ہوئی، مشتاق نے قدرے اختصار کے ساتھ ساری بات سنائی۔

”اگر میں کچھ کہوں تو آپ لوگوں کو یہ مداخلت بری تو نہیں لگے گی؟“ سر حیدر نے کہا۔

”نہیں سر!“ دونوں کہہ اٹھے۔

”میں تمہیں ایک واقعہ سناتا ہوں۔

ایک انصاری پر خدا کا خوف اس قدر غالب ہوگیا تھا کہ ہر وقت رویا کرتے تھے۔ جب وہ آگ کا ذکر سنتے تو آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے۔ دل میں ڈر اتنا بیٹھ گیا تھا کہ وہ گھر میں پڑے رہتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ذکر سنا تو ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور جا کر ان کو گلے لگالیا۔ انصاری پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ وہ گر پڑے اور روح پرواز کر گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”لوگو! اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام کرو! خدا کے خوف نے اس کا دل پاش پاش کر دیا۔“

سر حیدر کی بات ختم ہوئی اور ادھر ہاف ٹائم کے ختم ہونے کی بیل بجی۔

☆......☆......☆

شام کو اورنگزیب مغرب کی نماز پڑھ رہا تھا کہ اس نے سسکیوں کی آواز سنی، سلام پھیر کر دیکھا تو مشتاق روتے ہوئے اپنی سابقہ غلطیوں اور گناہوں پر اللہ کے حضور رو رو کر معافیاں طلب کر رہا تھا۔

بے اختیار اورنگزیب کی بھی آنکھیں بھر آگئیں اور آنسو گرنے لگے۔

کتنے مبارک اور مقدس آنسو ہوتے ہیں جو اللہ کے لیے گریں۔ اللہ کے خوف سے آنکھوں سے نکلیں۔

☆......☆......☆

56

سلطان ٹیپو شہید رحمہ اللہ

عبدالحفیظ امیرپوری

سپاہی قاسم خان کو کھینچتے ہوئے مقتل کی طرف لے گئے اور ٹیپو نے محمد علی کمیدان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”آئندہ تم اس بات کا لحاظ رکھو گے کہ تم سے سوال کرنے والا حکومت کا کوئی مجرم ہے یا ضرورت مند“

محمد علی کمیدان نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی کے ساتھ دربار سے نکل کر چلا گیا۔

دوسرے دن صبح قاسم خان کو قتل کیا جانا تھا مگر محمد علی نے مزاحمت کی اور سپاہیوں کو حکم سلطانی پر عمل کرنے سے روک دیا۔ جب ٹیپو سلطان کو اس واقعے کی خبر ہوئی تو اس نے محمد علی کمیدان کو سر دربار طلب کر کے سخت لہجے میں فہمائش کی۔

”حکومت کا جاہ و جلال نظم و نسق اور قانون کی بالاتری قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ غداروں کو دردناک سزا دی جائے۔ اگر آج ایک قاسم خان کو چھوڑ دیا گیا تو کل دوسرا قاسم خان کسی دوسرے محمد علی کی پناہ میں چلا جائے گا۔ پھر قانون کی کیا حیثیت باقی رہے گی؟ اور جرائم کا یہ سلسلہ کہاں جا کر ٹھہرے گا؟“

محمد علی کمیدان نے سلطان کی باتوں کو بڑی بے پروائی سے سنا اور درباری رسم کے خلاف سلام

کئے بغیر چلا گیا۔سلطان کو بے ادبی اور سرکشی کے مظاہرے پر سخت غصہ آیا مگر وہ محمد علی کمیدان کی سابق جانثاریوں کا خیال کر کے خاموش ہو گیا۔

اس دن رات کو وزیر اعظم میر صادق، محمد علی کمیدان سے ملا۔

"میں بھی ریاست کا ایک ملازم ہوں، اس لئے سلطان کے فیصلے پر رائے زنی کا حق نہیں رکھتا۔مگر پھر بھی آپ جیسے جانثار سلطنت کے ساتھ یہ سلوک کچھ مناسب معلوم نہیں ہوتا۔"

میر صادق بڑی عیاری کے ساتھ دبی ہوئی چنگاری کو ہوا دے رہا تھا۔

"تجھے اس سے کیا غرض ہے؟" محمد علی کمیدان نے میر صادق کو ڈانٹ دیا۔

"یہ میرا اور سلطان کا معاملہ ہے۔"

میر صادق فوراً ہی جانے کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا مگر جاتے جاتے بھی ایک زہریلا تیر چھوڑ گیا۔

"یہ آپ کا اور سلطان کا ذاتی معاملہ ہے مگر پھر بھی اتنا ضرور کہوں گا کہ اس ریاست نے آپ جیسے جانباز اور وفا پرست کی قدر نہیں کی۔" محمد علی کمیدان نے چونک کر میر صادق کی طرف دیکھا مگر وہ کمرے سے نکل کر جا چکا تھا۔

دوسرے دن حکم سلطانی کے مطابق سپاہی، قاسم خان کو سزائے موت دینے کے لئے مقتل لے گئے۔عین اس وقت محمد علی کمیدان بھی ہاتھی پر سوار ہو کر مقتل میں داخل ہوا اور قاسم خان کو سپاہیوں سے چھڑا کر اپنے ہاتھی پر سوار کر لیا۔پھر یہ اعلان بھی کر دیا کہ جسے ساتھ دینا ہو، وہ میرے پیچھے پیچھے چلا آئے۔یہ اعلان سن کر دو تین سو سپاہی محمد علی کے ہمراہ ہو گئے۔ان باغیوں کا رخ سرنگا پٹم کے نواحی علاقے کی طرف تھا۔

جیسے ہی ٹیپو سلطان کو خبر ملی اس نے سید حمید اور غازی خان کو حکم دیا کہ وہ محمد علی اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیں۔

ابھی یہ لوگ تین چار کوس ہی گئے تھے کہ سلطانی لشکر نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔

پھر جب قاسم خان سلطان کے سامنے آیا تو اسی وقت اس کا سر قلم کر دیا گیا۔دوسرے باغی بھی موت کے گھاٹ اتار دیے گئے اور محمد علی کمیدان کو نظر بند کر دیا گیا۔

سلطان کو اس واقعے سے شدید تکلیف پہنچی تھی۔وہ اذیت و کرب کے باعث رات بھر نہیں سو سکا۔نصف شب کے قریب ٹیپو سلطان نے شجاعت خان کو طلب کر کے کہا۔

"میں نے بڑی مشکل سے محمد علی کی سرکشی اور نافرمانی کو برداشت کیا ہے"

"خدا کی قسم مجھے وہ بہت عزیز ہے۔" ٹیپو سلطان نے اثر انگیز لہجے میں کہا۔

"نواب بہادر اسے اپنا دماغ اور دایاں بازو کہا کرتے تھے۔ پوری ریاست میں اس جیسا ذہین اور بہادر سپاہی کوئی دوسرا موجود نہیں۔

میں اسے کسی بھی حال میں ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ محمد علی کو سمجھاؤ کہ وہ اپنی اس غلطی پر تنہائی میں مجھ سے معذرت کرلے۔ میرا دل اس کی طرف سے صاف ہوجائے گا۔ میں اس کے ایک اشارے پر قاسم خان جیسے کئی مجرموں کو معاف کرنے کے لیے تیار ہوں مگر مجھ سے سرِ عام قانون کی یہ توہین برداشت نہیں ہوتی۔"

شجاعت خان نے سلطان سے وعدہ کرلیا کہ وہ محمد علی کو اس کی غلطی کا احساس دلائے گا اور پھر محمد علی اپنے اس جرم پر سلطان سے معافی بھی مانگ لے گا۔ اس وقت رات کا پچھلا پہر تھا اور ابھی سورج طلوع ہونے میں کئی گھنٹے باقی تھے۔ شجاعت خان بڑی بے چینی سے رات گزرنے کا انتظار کرنے لگا۔

پھر جیسے ہی سورج طلوع ہوا اور شجاعت خان، قید خانے پہنچا تو ایک روح فرسا خبر اس کا انتظار کررہی تھی۔

محمد علی کمیدان مرچکا تھا۔ کسی نے اسے زہر دے دی تھی۔ شجاعت خان محمد علی کمیدان کی لاش دیکھ کر چیخ اٹھا۔

"کیا موت کو کھیل سمجھنے والا، اس طرح کی موت مرسکتا ہے؟" یہ کہتا ہوا شجاعت خان قید خانے سے باہر نکلا اور پھر بھاگتا ہوا ٹیپو سلطان کے پاس پہنچا۔ شجاعت خان کی یہ حالت دیکھ کر ٹیپو گھبرا سا گیا۔

"کیا کہا محمد علی نے؟"

"کچھ بھی نہیں کہا اور سب کچھ کہہ دیا" شجاعت خان کی سانسیں چڑھی ہوئی تھیں۔

"کیا اسے اپنے اس فعل پر ندامت ہے"

"اب ندامت یا شکایت، کون بتائے، محمد علی تو چلا گیا" شجاعت خان کا لہجہ اداس تھا۔

"کہاں چلا گیا؟" ٹیپو نے حیران ہوتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔

"کسی غدار نے اس کی زندگی کی سلاخیں توڑ کر اسے فرار کرادیا"

"کیا مطلب؟" یکا یک ٹیپو غضب ناک نظر آنے لگا تھا۔

"کسی نے اسے زہر دے دیا" شجاعت خان کی آنکھوں کے گوشے بھیگنے لگے تھے۔

پھر جب ٹیپو سلطان نے محمد علی کمیدان کی لاش دیکھی تو اس کی آنکھیں بھی نم ہوگئیں۔ سالارِ میسور کے ہونٹوں پر خون جما ہوا تھا۔

پھر محمد علی کی لاش کو شاہی اعزاز کے ساتھ دفن کردیا گیا۔ ٹیپو اس کے قبر میں اتارے جانے تک جنازے کے ساتھ ساتھ تھا۔ سلطنتِ خداداد کے فرمانروا نے اپنے سپہ سالار کی میت کو کاندھا بھی دیا۔

پھر ٹیپو سلطان، محمد علی کی بیوہ سے تعزیت کے لیے اس کے مکان پر پہنچا۔ سالارِ میسور کے مکان پر کسی غریب کی جھونپڑی کا گمان ہوتا تھا۔ ریاست

کے دوسرے عہدیداروں کے مکانات عیش وآسائش کی چیزوں سے بھرے ہوئے تھے مگر ایک سالارِ میسور تھا کہ جس کے اثاثے میں چند بوسیدہ کپڑوں اور ایک ٹوپی کے سوا کچھ نہیں تھا۔ محمد علی کے مکان کی یہ حالت دیکھ کر ایک بار پھر ٹیپو آبدیدہ ہوگیا۔

''وہ ایک سپاہی کے لباس میں ایک مردِ قلندر تھا۔ خدا اس کی مغفرت کرے''

ٹیپو نے بڑے پر اثر لہجے میں محمد علی کی بیوہ سے تعزیت کی، پھر عدت کے بعد اس غمزدہ عورت کو اپنے محل میں لے آیا اور بہت سی مراعات بخشنے کے ساتھ یہ حکم بھی جاری کر دیا کہ ہر طرح سے اس کی دلجوئی کی جائے تاکہ وہ جلد از جلد اپنے شوہر کی جدائی کا غم فراموش کردے۔

☆......☆......☆

وزیر اعظم میر صادق اور اس کا نائب میر غلام لنگڑا محمد علی کمیدان کی موت پر بہت خوش تھے۔ وہ دونوں سالارِ میسور کی لاش ہی پر جشنِ نجات منانا چاہتے تھے مگر مجبور تھے۔ اس لیے ایک تہہ خانے میں اپنے جذبات کا غبار نکالنے لگے۔

''یہ ہماری خوش بختی ہے غلام! کہ جب سے ریاست کی ملازمت میں آئے ہیں، میسور کی تباہی کا عمل تیز تر ہوگیا ہے'' میر صادق نے اپنے نائب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''پہلے حیدر علی مرا جو ہمارے عزائم کے راستے کی سب سے مضبوط چٹان تھا۔ پھر محمد علی، یہ دوسری رکاوٹ تھی۔ اب کون باقی رہ گیا؟''

''کوئی بھی نہیں سرکار!'' میر غلام علی لنگڑے نے شراب کا پیالہ اپنے ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا۔

میر صادق کی بیوی شاملی اس خفیہ تہہ خانے میں ضرورت کی چیزیں فراہم کررہی تھی۔

شاملی کسی بہانے سے وہاں آتی اور کچھ دیر ٹھہر کر میر صادق اور غلام علی لنگڑے کی باتیں سننے کی کوشش کرتی۔

''اب ہمارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے سرکار!'' میر غلام علی لنگڑا جھوم جھوم کر کہہ رہا تھا۔

''ہمیں سب سے زیادہ خطرہ نواب حیدر علی اور محمد علی کمیدان سے تھا۔ مگر ہمارے ''رہبر'' کی دعاؤں سے یہ دونوں بہت جلد لقمۂ اجل بن گئے'' غلام علی لنگڑے کا اشارہ حسن بن صباح کی طرف تھا۔

''ہمارے رہبر کی کیا شان ہے'' حسن بن صباح کے نام پر میر صادق کی آنکھیں چمکنے لگیں اور وہ بہت زیادہ پرجوش نظر آنے لگا تھا۔

'' قلعہ الموت سے ابھرنے والی روشنی ہر مقام پر ہماری دستگیری کرے گی۔ عنقریب ریاست میسور بھی راکھ کا ایک ڈھیر بن جائے گی۔ ہمارے پیشرو کارندوں نے مسلمانوں کی کتنی بڑی حکومت کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔

طویل و عریض ہندوستان کی قسمت کا مالک

مغل شہنشاہ آج کتنا بے اثر ہے کہ دہلی کے قلعے میں بیٹھ کر کسی کٹھ پتلی کی طرح ناچ رہا ہے۔ مشاعرے ہیں، مرغوں اور بٹیروں کی لڑائیاں ہیں یا خوبصورت عورتوں کے رقص ہیں۔ جان نثاروں کے سینے، جذبۂ وفا سے خالی ہو چکے ہیں اور ان کی شمشیروں کو زنگ لگ چکا ہے۔

نظام علی خان، انگریزوں کے قدموں پر سر رکھ کر سو گیا، والا جاہ محمد علی در در بھٹکتا پھر رہا ہے۔ اگر کبھی وہ ارکاٹ کی طرف واپس آیا بھی تو اس کی گردن میں انگریزوں کا طوقِ غلامی ہوگا۔ بس ایک ٹیپو رہ گیا ہے۔''

شاملی خاموشی سے اور بہت غور سے ان دونوں کی باتیں سن رہی تھی۔

''ٹیپو اپنے باپ پر گیا ہے اور بہت سخت جان ہے۔ اس لئے وہ انگریزوں کی غلامی قبول نہیں کرے گا۔'' میر غلام علی لنگڑے نے سلطنتِ خدا داد کے فرمانروا پر رائے زنی کرتے ہوئے کہا۔

''غلامی نہیں تو پھر موت قبول کرے گا۔'' میر صادق نے ہنستے ہوئے کہا۔

''ہمارا مقصد تو یہ ہے کہ ہندوستان میں کسی اسلامی ریاست کا وجود باقی نہ رہے''

☆......☆......☆

شاملی نے موقع ملتے ہی ساری باتیں ریاست کے وزیر مالیات، پورنیا کو منتقل کر دیں۔

''مجھے تو یہ لوگ مسلمان ہی نہیں معلوم ہوتے۔ اپنی ہی قوم کی بربادی کے منصوبے بنا رہے ہیں''

''تیرا اندازہ غلط نہیں تھا پورنیا!'' رانی لکشم ما نے ایک پر جوش قہقہہ لگایا۔

''اب کیا ہمارا رام راج کا خواب پورا ہو جائے گا؟''

''ہمیں انتظار کرنا ہوگا مہارانی!'' پورنیا نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ پورنیا بہت گہرا انسان تھا۔ وہ ہمیشہ غیر جذباتی لہجے میں بات کرتا تھا اور اس کے دل پر عقل غالب رہا کرتی تھی۔

''کتنا انتظار؟'' رانی لکشم ما نے جھنجلا کر کہا۔

''کیا اس وقت یہ خواب پورا ہوگا، جب شمشان میں ہماری چتائیں جل رہی ہوں گی؟''

''اتنی مضبوط حکومت کی بنیادیں تباہ ہونے میں ابھی وقت لگے گا۔'' پورنیا کی آواز جذبات سے خالی تھی۔

''ابھی تو ایک ہی ستون گرا ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ ریاست میں اور بھی جانثار موجود ہیں۔ جب جانثاروں پر غدار غالب آجائیں گے تو آپ کے خوابوں کی تکمیل ہو جائے گی۔''

☆......☆......☆

آخری قسط

سرپرائز

رافعہ میمونہ

شافعہ نے سب کو تھوڑا تھوڑا ٹیسٹ کروایا۔ سب بہت زیادہ لطف اندوز ہو رہے تھے۔

"بیٹی! کمال کا کیک بنا ہے، بالکل پرفیکٹ۔ یہ کریمی بھی ہے اور چاکلیٹ میں بھی زبردست مزہ آگیا۔"

"اب بولیں حذیفہ صاحب! کیسا لگا کیک؟"

"ہاں بس ٹھیک ہے۔"

"صرف ٹھیک نہیں، بالکل پرفیکٹ ہے، پرفیکٹ" نافعہ بولی۔

"بچو! کیا باتوں میں لگ گئے؟ اب بابا جانی سے پوچھو کیا سرپرائز ہے؟"

"ہاں بابا جانی! جلدی بتائیں کیا ہے سرپرائز؟" شافعہ بولی۔

"بیٹی صبر رکھو! صبر کا پھل بیٹھا ہے۔ اب میری بات غور سے سنو! جو سرپرائز دینے جا رہا ہوں وہ بہت اہم ہے خاص الخاص، آپ سب کو ہی یقیناً پسند آئے گا۔ ہر بندہ اپنا اپنا خیال بتائے۔ صرف ایک ہی چانس ہوگا اس لیے سوچ سمجھ کے، جو ٹھیک بتائے گا اسے بھی ملے گا انعام، اچھا کیا وقت ہو رہا ہے۔ پورے نو ہیں ہر بندے کو پانچ منٹ ملیں گے۔"

"کیا امی جان بھی بتائیں گی۔"

"نہیں بچو! یہ صرف میرے اور تمہارے درمیان ہے۔"

"حذیفہ! تمہارا وقت شروع ہو چکا ہے، اپنی باری مس مت کرو!"

حذیفہ سوچ میں پڑ گیا۔ لو تین منٹ گزر چکے۔

"آپ آپی کو کمپیوٹر لے کر دیں گے۔ اس کو کمپیوٹر کا شوق ہے۔ اس نے کتنی بار آپ سے کہا ہے" حذیفہ نے کہا۔

"پھر ڈن ہے کہ کمپیوٹر ہی ہو گا"

"جی ڈن ہے۔"

"چلو نافعہ! تمہارا وقت شروع ہوتا ہے سوچ سمجھ کے جواب دینا"

"میں بتاتی ہوں۔ احسن القرآن قلم جس میں مختلف قراء کی آواز میں تلاوت ہے، چودہ زبانوں

میں ترجمہ ہے۔ اس سے بہترین تحفہ کوئی نہیں۔ کیونکہ شافعہ آپی کو پسند بھی ہے۔ اس نے آپ کو بتایا بھی تھا۔‘‘

’’اب شروع ہوتا ہے شافعہ کا وقت، چلو شافعی بیٹا! آپ بولو کیا ہے وہ سرپرائز؟‘‘

شافعہ گہری سوچ میں پڑ گئی۔

’’میرے ذہن میں دو چیزیں ہیں۔ آپ کے بقول سب سے بہترین تحفہ ہے تو وہ حجاب ہوگا۔‘‘ شافعہ نے کہا۔

’’اچھا فائنلی حجاب ہیں؟‘‘

’’آف کورس بابا جانی! جواب یہی ہے۔ اب آپ بتائیں کس نے ٹھیک بتایا؟‘‘

’’بچو سنو! میں نے آڈر دیا ہوا تھا۔ دو تین دن تک پہنچ جائے گا۔ پھر سب کے سامنے کھول کر بتاؤں گا‘‘

’’بابا جان! آپ بتائیں ہم کیسے صبر کریں؟ کیسے گزریں گے یہ دن؟‘‘

’’بیٹا جی! گزر جائیں گے۔‘‘

’’اچھا یہ بتائیں ہم نے غلط بتایا یا ٹھیک؟ کس کا اندازہ ٹھیک ہے اور کس کا غلط؟‘‘

’’چلو بچو! زیادہ مت سوچو! سو جاؤ! صبح آپ کی تو چھٹی ہے پر حذیفہ نے اسکول جانا ہے۔‘‘ بابا جانی اٹھتے ہوئے بولے۔

☆......☆......☆

’’دیکھو آپی! آج پانچ دن ہو گئے، بابا ہمارے ساتھ نظر نہیں ملا رہے نہ دوبارہ سرپرائز کے بارے میں بات کرتے ہیں۔ امی جان بھی نہیں دھیان دیتی اور حذیفہ کو کچھ پتہ ہی نہیں۔‘‘

’’ارے نافعی! حذیفہ چھوٹا ہے کہاں اسکے پیچھے پڑ گئی‘‘ شافعہ مسکرانے لگی۔

’’آج بابا جانی کو پکڑیں گے رات کو ان سے پوچھ کر ہی دم لیں گے۔ اب تک جو آڈر دیا تھا، اس کا پارسل آجانا چاہیے۔‘‘

’’ارے کہیں فیک تو نہیں تھا‘‘ نافعہ نے کہا۔

’’اللہ نہ کرے۔‘‘

’’امی جان! ایک بات تو بتائیں۔ بابا جان مجھے کیا سرپرائز دیں گے؟ انہوں نے اس دن بات کی پھر بات ہی نہیں کی مجھے بہت انتظار ہے۔‘‘

’’بیٹا! آپ کے بابا جانی نے بتایا تھا ان کا آڈر ابھی موصول نہیں ہوا‘‘

’’اچھا امی جان!‘‘

’’نافعہ! نافعہ بیٹا کھانا لگاؤ! حذیفہ اور بابا جانی نماز پڑھ کر آنے والے ہیں۔ تم لوگوں نے نماز پڑھ لی؟‘‘

نافعہ کھانا لے کر کمرے میں چلی گئی۔ چٹائی بچھا کر دسترخوان بچھایا، چیزیں لگائیں، شافعہ سلاد اور پلاؤ لے کر آ گئی۔ سب کھانے کے لیے بیٹھ چکے تھے۔

امی جان سب کی پلیٹوں میں کھانا نکالنے

لگی۔ بابا جانی جیسے ہی آ کر بیٹھے ان کے ہاتھ میں ایک شاپر تھا، وہ انہوں نے اپنے پاس ہی رکھ لیا، سب کھانا کھانے لگے۔

''بیٹی! کھانا بہت لذیذ تھا۔ یہ تو شافعہ کی وجہ سے ہم روز اچھا کھانا کھاتے ہیں اور کچھ انجانی سی خوشی ہر وقت ہوتی ہے۔''

یوں ہی باتیں کرتے سب نے کھانا کھایا۔

''بابا جان! بتائیں ناں کیا ہے سرپرائز ہے اور کب آئے گا؟ اب انتظار نہیں ہوتا''

''صبر بیٹا! صبر! چلیں بیٹے پہلے میں آپ کو خوشخبری سناتا ہوں سرپرائز نہیں خوشخبری۔

تو بات یہ ہے بچو کہ میرے آفس والوں نے مجھے بونس دیا ہے، میری ایمانداری کے صلہ میں'' بابا جان نے آہستہ آہستہ بتانا شروع کیا۔

''واؤ بابا جانی! یہ تو واقعی خوشی کی بات ہے۔''

''بچو! بات میری پوری نہیں ہوئی۔ میں اس بونس کا ٹھیک طرح سے استعمال کروں، ویسے بھی مجھے پتہ ہے یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔ ادھر تمہارا حفظ کمپلیٹ ہو رہا تھا ادھر مجھے بونس مل گیا۔

آفس کے منیجر اور مالک مجھ سے بہت خوش ہیں اور مجھے ترقی ملی یعنی میرا عہدہ بڑھ گیا۔''

''واؤ بابا جانی! یہ تو زبردست خوشی کی بات ہے۔'' تینوں بیک وقت بولے، ہم سب بہت خوش ہیں۔

''اچھا بچو! اب آتے ہیں ہمارے سرپرائز کی طرف کیونکہ یہ تو خوشخبری تھی یعنی گڈ نیوز''

انہوں نے شاپر ہاتھ میں لیا۔ بچے آنکھیں پھاڑے دیکھنے لگے۔ امی جان مسکرانے لگیں۔ انہوں نے شاپر سے کوئی کاغذ نکالا۔ نافعہ نے ایک مرتبہ پھر سرگوشی کی۔

''لگتا ہے پلاٹ آپکے نام ہو گیا۔ اسکے کاغذات ہیں''

''آپ لوگوں کو اس میں دلچسپی نہیں چلو نہیں بتاتا''

''میں سن رہا ہوں بابا جانی!'' حذیفہ نے کہا۔

''آپ کو معلوم نہیں جہاں دو یا دو سے زیادہ بندے ہوں وہاں سرگوشی نہیں کرتے، محفل کے آداب کے خلاف ہے''

''سوری بابا! آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔''

شافعہ اور نافعہ نے فوراً کانوں کو ہاتھ لگایا۔

''میں نے یہ گفٹ سرپرائز کیا ہے شافعہ کے لیے'' انہوں نے ایک کاغذ شافعہ کی طرف بڑھایا۔

شافعہ نے ناسمجھی سے کاغذ لے لیا۔

''پڑھو! پڑھنا آتا ہے کیا لکھا ہے؟''

''آف کورس پاپا! پڑھ سکتی ہوں''

شافعہ پڑھنے لگی۔

''اب شافعہ بتائی گی کہ کیا سرپرائز ہے؟''

''واؤ کمال ہوگیا زبردست''

شافعہ خوشی سے چلائی۔

''ارے نافعی! حذیفہ! یہ پلین کا ٹکٹ

ہے، یعنی تم ٹور پر جا رہی ہو"

"پاگل! عمرے کا ٹکٹ ہے۔ میں عمرے پر جا رہی ہوں۔" شافعہ نافعہ کے گلے لگ گئی۔

"سرپرائز عمرہ تھا، بابا جان عمرہ کرا رہے ہیں۔"

"آف کورس عمرہ کرا رہے ہیں اور بچو! میری طرف سے خاص سرپرائز، یعنی آپی اکیلی نہیں جائے گی، بلکہ آپ بھی جائیں گے۔

اس کے سینے میں قرآن آیا، ہمارے گھر قرآن آیا، اور قرآن اپنے ساتھ خوشیاں لے کر آیا۔ اللہ پاک ہمیں مزید خوشیاں عطاء فرمائے۔"

☆......☆......☆

سب اٹھ کے سونے کی تیاری کرنے لگے۔

شافعہ کا دل بہت خوش تھا۔ آج بھی اس کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔ وہ اپنے آپ کو حرم کی سرزمین پہ محسوس کر رہی تھی۔ رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہو چکا تھا۔ پندرھویں روزے ان کی فلائٹ تھی۔

وہ سب بہت خوش تھے۔ اس لیے کہ وہ عید بھی اس مرتبہ اس پاک سرزمین پہ کر رہے تھے عید کے دو تین دن بعد ان کی واپسی تھی۔

عبد الرحمن صاحب اور سلمی خاتون کی خوشی بھی دگنی تھی، عبد الرحمن صاحب نے اسکا سارا کریڈٹ شافعہ کو دیا تھا۔ ان کے بقول وہ پیدائشی لکی تھی۔ نافعہ شافعہ تو سارے روزے رکھتی تھیں۔ شافعہ اور نافعہ آپس میں قرآن پاک کا دور کر رہی تھیں۔

عبد الرحمن صاحب نے اپنی دونوں بیٹوں سے کہا کہ پندرھویں روزے تک تین قرآن پاک ہر حال میں مکمل کرنے ہیں۔ قرآن مکمل ہو گئے تو جائیں گے"

☆......☆......☆

آخر وہ دن آن پہنچا جس کا انہیں بے صبری سے انتظار تھا۔ وہ سب ایئر پورٹ پہنچ چکے تھے۔

شافعہ اور نافعہ حجاب میں تھیں اور وہ اپنے مطلوبہ جہاز کی طرف بڑھ گئے۔

"واؤ! کتنا مزہ آرہا ہے، اتنا بڑا جہاز ہم اپنے قریب سے دیکھ رہے ہیں۔ مجھے لگ رہا ہے جیسے یہ خواب ہے" نافہ نے کہا۔

"ارے میری بہن! حقیقت کی دنیا میں لوٹو! ہم اس میں براجمان ہونے لگے ہیں۔ سچ میں شافعی! کیا قسمت پائی ہے تم نے۔ ناز ہے مجھ کو ایسی قسمت پر"

"تم بھی تو جا رہی ہو نافعی!"

"تمھاری بدولت شافعہ آپی!"

اسی طرح وہ باتیں کرتے جہاز کی طرف بڑھیں، وہ سیڑھیاں چڑھ کے اندر داخل ہوئیں۔

اس پاک سرزمین کی سرحد سے جیسے ہی جہاز داخل ہوا، سب مردوں نے احرام باندھ لیے اور تلبیہ پڑھنے لگے۔

"لبیک اللھم لبیک لا شریک لک

لبیک" خوبصورت آواز گونجنے لگی۔

سب اس آواز کی سحر میں کھو گئے اور یوں وہ اپنی منزل پہ پہنچے جدہ ائر پورٹ جہاز نے سٹے کیا وہ اپنی سیٹوں سے اترے جہاز کے باہر قدم رکھا۔

"ارے نافعی! یقین نہیں آرہا ہم نے اس سر زمین پر قدم رکھا۔ میرے رب میں تیری عنایت پہ قربان"

چیکنگ کے بعد جیسے ہی سب حرم میں داخل ہوئے۔ سب کی نظر اٹھی خانہ کعبہ پر پڑی۔ سب کے دل کی حالت عجیب ہوگئی۔ آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے، سب کا دل رب کی شکر گزاری سے لبریز ہوگیا، شافعہ کے دماغ میں گونجنے لگا۔

شکر ہے تیرا خدایا میں تو اس قابل نہ تھی
تو نے اپنے گھر بلایا میں تو اس قابل نہ تھی

عبدالرحمن صاحب نے خانہ کعبہ پر نظر ڈالی تو ان کے ذہن میں یہ شعر گونجنے لگا۔

کعبہ پہ بڑی جب پہلی نظر کیا چیز تھی دنیا بھول گیا
یوں ہوش و خرد مفلوج ہوئے دل ذوق تماشہ ہوگیا

حرم کے قریب ہی ہوٹل میں ان کی رہائش تھی، رات کو جب حرم میں تراویح کے لیے آئے۔ اس کا ایک الگ مزہ تھا۔ امام کعبہ عبدالرحمن سدیس کی خوبصورت آواز تراویح کا مزہ دوبالا کر رہی تھی۔

شافعہ سوچ رہی تھی ہم نے ان کی آواز ہمیشہ کیسٹ میں سنی، آج اپنے ہی سامنے دیکھ رہی ہوں، اس کا انگ انگ شکر کا کلمہ پڑھ رہا تھا۔

روحانی روبرو منظر اللہ پاک سب کے نصیب میں کرے، تینوں بچے زمزم کے پانی کو دیکھ کر پاگل ہو گئے۔

"بابا جان! جہاں ہم زمزم کے علاوہ کوئی پانی نہیں پیئں گے۔" شافعہ بولی۔

پانچ بجے خانہ کعبہ کے صحن میں دسترخوان لگنے شروع ہو جاتے ہیں، ان سب نے بھی وہیں افطاری کی۔

"ویسے شافعی! یہ میری زندگی کی بہترین افطاری ہے" نافعہ نے کہا۔

"بالکل ایک الگ مزہ ایک سکون، یہاں کی افطاریاں ہمیں ہمیشہ یاد رہیں گی، بابا جانی کس زبان سے میں آپ کا شکر ادا کروں، اتنی بہترین جگہ کے لیے۔ اتنی بہترین افطاری کے لیے، دل سے شکریہ، اللہ پاک آپ کو اسکا شایان شان اجر دے۔ امی جان! آپ کو کیا لگ رہا ہے؟"

"بیٹا! میرے دل کی سب سے بڑی خواہش پوری ہونے چلی ہے۔"

سب نماز کے لیے اٹھ گئے پھر ہوٹل آگئے۔

"چلو بچو! تراویح کا وقت ہوگیا ہے۔ آپ سب بچے اکٹھے رہنا، بہت بھیڑ ہوتی ہے کہیں گم نہ ہو جاؤ رش میں، کھو گئے تو کیسے ڈھونڈیں گے"

"بابا جانی! آج رات ہم سب ہی حرم گزارتے ہیں یہاں ایک کا لاکھ ملتا ہے ہم زیادہ

سے زیادہ نیکیاں کمانا چاہتے ہیں۔"

"چلو سلمیٰ تم کیا کہتی ہو؟"

"میری بھی خواہش تھی میں بچوں کی وجہ سے خاموش تھی۔"

آج رات سب نے حرم میں گزاری۔ سحری کے لیے دستر خوان بچھ چکے تھے، سب نے مل کر سحری کی، عبدالرحمن صاحب سلمیٰ اور شافعہ نے حجر اسود کو بھی بوسا دیا، شافعہ نافعہ اور سلمیٰ خاتون نے حطیم میں نوافل ادا کیے۔

شافعہ اور نافعہ نے ۱۹روزے تک قرآن پاک مکمل کر لیا بیسویں روزے سے اعتکاف کا سلسلہ شروع ہوا۔

شافعہ نے بابا جان سے اعتکاف کے بارے میں پوچھا۔ بابا جان نے امی جان سے مشورہ کر کے اعتکاف کی اجازت دے دی، یوں وہ حرم میں اعتکاف بیٹھ گئی، عبدالرحمن صاحب کی خواہش بھی اعتکاف بیٹھنے کی تھی، انہوں نے سوچا کیوں نہ میں مسجد نبوی میں اعتکاف بیٹھ جاؤں، سلمیٰ خاتون نے اجازت دے دی۔ سلمیٰ خاتون اپنے دونوں بچوں کے ساتھ حرم میں تھیں۔ انہیں شافعہ کی فکر ستانے لگی کہ بچی ہے گھبرا نہ جائے مگر شافعہ بہت خوش تھی اپنی قسمت پر اس نے کبھی خواب میں بھی ایسا نہیں سوچا تھا۔

شافعہ خوب جوش و خروش سے عبادت کر رہی تھی، اس نے پانچ قرآن پاک مکمل کیے۔ آج اٹھائیسواں روزہ تھا ختم قرآن پاک تھا۔

تراویح کے بعد عبدالرحمن السدیس نے رقت آمیز دعا کروائی، سارا مجمع دھاڑیں مار مار کے رو رہا تھا۔

شافعہ کا حال بھی اس سے کچھ مختلف نہ تھا۔ امید تھی کہ کل چاند نظر آجائے گا۔ انتیس روزے ہونگے۔ آج انتیسواں روزہ تھا۔

سب نے افطاری کی تھوڑی دیر میں بس چاند نکل آیا سب، لوگ اعتکاف سے نکل آئے تھے۔

سلمیٰ خاتون اپنے دونوں بچوں کو لے کر شافعہ کے پاس چلی آئی اسے اعتکاف سے نکالا، گلے سے لگایا، آج شافعہ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔

"چلو شافعہ! اب ہم نے مدینہ کا سفر کرنا ہے۔ بابا جان بھی مسجد نبوی میں اعتکاف بیٹھے ہوئے ہیں۔ نہ جانے کیسے دن گزریں ہونگے ان کے؟ ہم اس مرتبہ عید اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر میں کریں گے۔ یہ عید یادگار بنائیں گے"

وہ سب مدینہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ ادھر چاند نکلا عبدالرحمن صاحب اعتکاف سے نکل آئے، انہیں اعتکاف میں شافعہ بہت یاد آئی، نہ جانے اس کا اعتکاف کیسا گزرا ہوگا۔ انہوں نے سلمیٰ خاتون کو فون کیا وہ بولیں ہم نکل چکے ہیں راستے میں ہیں، وہ مدینے کی حدود میں داخل ہوئے زیر لب درود شریف پڑھنے لگے۔

شافعہ بابا جان سے ملی انہوں نے اس کے ماتھے پر پیار کیا ،میری بیٹی جسکا نصیب سب سے اعلیٰ ہے۔

بابا جان آئیں! منبر سول پر نوافل ادا کریں، ان سب نے منبر رسول پر نوافل ادا کیے پھر ریاض الجنۃ پہ نوافل ادا کیے۔شافعہ نے وہاں بیٹھ کر درود و سلام پڑھا۔ نبی پاک ﷺ کی روزے کی جالیوں پہ کھڑے ہو کر درود سلام پڑھا۔رات ساری مسجد نبوی میں تلاوت قرآن پاک میں گزاری۔

وہ یہاں بھی تلاوت قرآن پاک مکمل کرنا چاہتی تھی،صبح عید تھی جوش وخروش سے تیار ہوئے۔ مسجد نبوی میں عید کی نماز ادا کی۔ دل کی حالت عجیب ہوگئی۔

پھر روزہ رسول پر سلام پیش کیا۔مزہ اور خوشی ایسی تھی جو لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔پھر غار حرا کی زیارت کی اور احد پہاڑ پر چڑھتے ہوئے بولی۔

”بابا جان! احد پہاڑ سے جنت کی خوشبو آتی ہے ناں؟ ہماری باجی جان کہہ رہی تھیں“

جنت البقیع گئے۔ ازواج مطہرات کی قبر مبارک پر گئے۔حضرت سلمان فارسی کا باغ دیکھا تمام مساجد دیکھیں ممارکیٹ گئے وہاں سے حجاب اور احسن القرآن قلم لیا۔تینوں بچوں کو لے کر دیا، وہاں سے تسبیح لی،اور سب نے اپنا اپنا مصلیٰ لیا۔

آخر ان کی روانگی کا دن آ گیا،کسی کا دل بھی نہیں تھا کہ وہ واپس جائیں سب دل کے ہاتھوں مجبور تھے۔

”دوبارہ یہاں واپس ضرور آئیں گے۔ بابا جان! اب جب میرا قرآن بالکل پکا ہو گا تب آئیں گے۔میں نماز میں،نوافل میں قرآن پڑھوں گی“

بچے بوجھل دل سے وہاں سے چلے۔ ان کے قدم من من کے ہو رہے تھے۔سب آنکھوں میں اشک لیے واپسی کے لیے پر تول رہے تھے۔آخر کار وہ ائر پورٹ پہنچے اپنے مطلوبہ جہاز کی طرف بڑھے۔

”اے پاک سرزمین! ہم واپس جا رہے ہیں بہت جلد لوٹ کر آئیں گے۔“شافعہ نے کہا۔

آنسو تھے کہ وہاں سے دوری پر تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ چیکنگ پوسٹ پر پہنچے پھر اپنی اپنی مطلوبہ سیٹوں پر بیٹھے جہاز نے جیسے ہی اڑان بھری شافعہ بولی۔

”اتنا زبردست سرپرائز دینے کے لیے شکریہ۔یہ سرپرائز ساری عمر یاد رہے گا۔

میری زندگی کا یادگار سفر بیت اللہ اور اعتکاف،اس سے بڑھ کر کیا سرپرائز ہوسکتا ہے؟

یہ جو دن گزارے میں نے، میری زندگی کے یادگار اور حسین لمحے تھے، میں امید کرتی ہوں آپ آئندہ بھی ایسا ہی سرپرائز دیتے رہیں گے“

تو قارئین کس کس کو سرپرائز پسند آیا ضرور بتائیں۔

☆......☆......☆

قرآن میں میرا ذکر

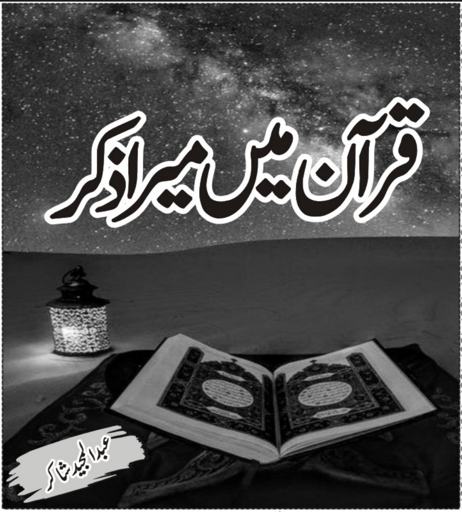

عبد المجید شاکر

ایک دن احنف بن قیس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ذہن میں یہ بات آئی:

"ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا تذکرہ ہے کیا تم سمجھتے نہیں۔" (سورہ انبیا آیت 10)

"تمہارا تذکرہ" اس سے ایک عجیب سا احساس دل میں منڈلانے لگا، بالآخر سوچا کہ میں دیکھوں تو قرآن مجید میں میرا تذکرہ کس انداز میں ہے؟ میں کون ہوں؟ اور کن لوگوں میں سے ہوں؟

قرآن پاک منگوایا اور اس میں غور کرنا شروع کر دیا۔

ایک قوم کا تذکرہ ان الفاظ میں پایا:

"وہ لوگ رات کو کم سوتے ہیں اور سحری کے اوقات میں استغفار کرتے ہیں اور ان کے مالوں میں سائل اور غیر سائل سب محتاجوں کا حق ہے۔" (سورۃ الذاریات)

کچھ اور لوگوں کا تذکرہ ان الفاظ میں موجود پایا۔

"ان کے پہلو خوابگاہوں سے جدا رہتے ہیں وہ اپنے رب تعالیٰ کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔"

(سورۃ المسجدہ:16)

پھر کچھ سوچا تو ان لوگوں کا تذکرہ سامنے آیا۔

"جو لوگ اپنے پروردگار کے سامنے سر بسجود اور کھڑے ہو کر اپنی راتیں گزار دیتے ہیں۔"

(سورۃ الفرقان: ۶۴)

کچھ اور اوراق پلٹے تو یوں نظر آیا۔

"وہ خوشحالی اور تنگی دونوں حالتوں میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو محبوب رکھتے ہیں۔" (سورۃ آل عمران:134)

ایسے ہی چند لوگوں کا تذکرہ دیکھا پڑھا تو بے ساختہ پکار اٹھے۔ میرے اللہ! یہ تو کاملین کا تذکرہ ہے اور اونچی صفات والے اہلِ ایمان کا پر رونق بیان ہے میں تو ایسوں میں سے نہیں ہوں۔

پھر ایک اور انداز سے اوراق قرآنی پر نظر

ڈالنے لگے تو ایک قوم کا تذکرہ یوں سامنے آیا۔

''جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے (تم اس کی عبادت کرو) تو وہ تکبر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک شاعر دیوانے کی وجہ سے چھوڑ دیں۔'' (سورۃ الصافات:36-35)

دوسری قوم کا تذکرہ کچھ اس طرح پایا۔

''جب ان کے سامنے خدائے وحدہ لاشریک کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل تنگ ہو جاتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور جب اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو وہ اس وقت بہت خوش ہونے لگتے ہیں۔'' (سورۃ الزمر:۵۳)

پھر کچھ لوگوں کا بہت برا حال دیکھا ان سے پوچھا جا رہا تھا۔

''کس چیز نے تم لوگوں کو جہنم میں لا ڈالا؟ وہ بولے، ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہیں تھے اور مساکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور تکذیب کے مشغلہ والوں کے ساتھ ہم بھی دین کا مذاق اڑاتے اور روز قیامت کو جھٹلاتے رہے یہاں تک کہ موت ہمارے پاس آ گئی۔''

(سورۃ المدثر:47-42)

یہاں پہنچ کر احنف بن قیس رک گئے اور کہا: اے میرے اللہ! میں ان برے لوگوں سے بیزار ہوں اور تیری پناہ چاہتا ہوں۔

پھر کچھ اور تلاوت جاری رکھی، غور و فکر بھی کرتے رہے، اپنے خیال و جستجو کو قرآنی افکار کے تابع کر کے تدبیر کرتے رہے یہاں تک کہ اس آیت پر پہنچے۔

''دوسرے وہ لوگ ہیں جنہوں نے نیک عمل اور برے عمل دونوں کو ملا جلا رکھا ہے قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر توجہ فرمائے اور ان کی توبہ قبول فرما لے بے شک وہ اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔'' (سورۃ التوبہ:102)

مطالعہ قرآنی میں یہاں آ کر احنف کہنے لگے:

''بس میں ان لوگوں میں ہوں۔ میرے پاس بھی کچھ نیک اعمال ہیں اور خطاؤں کے ڈھیر بھی بہت ہو گئے ہیں، بس مجھے اس ذات کی جانب متوجہ ہو کر توبہ کرنی چاہیے پس وہ رحیم و کریم اللہ مجھے معاف کر ہی دے گا۔''

سو ہمیں بھی کتاب اللہ میں اپنے مقام کے متعلق غور فکر کرنا چاہیے، دیکھنا چاہیے کہ ہم کون سے طبقہ میں شامل ہیں۔

اور اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ ہم ان لوگوں میں سے نہ ہو جائیں جن کے لیے اللہ کی رحمت سے دوری ہمیشہ کے لیے لکھ دی گئی ہے یا جو لوگ عذاب الیم کا شکار ہونے والے ہیں۔

☆......☆......☆

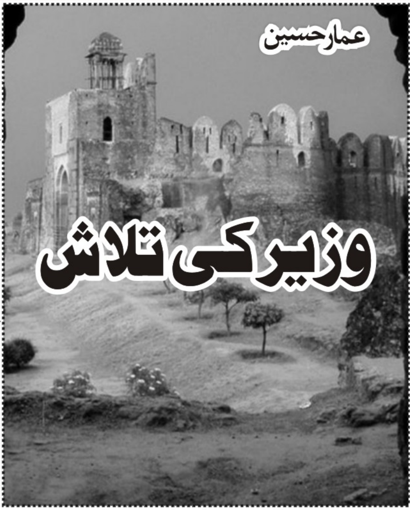

وزیر کی تلاش

عمار حسین

یہ بہت پرانی بات ہے کہ کسی ملک کے ایک انصاف پسند بادشاہ کا وزیر مر گیا۔ وہ وزیر بہت عقل مند اور نیک انسان تھا، جو بادشاہ کو رعایا کی بھلائی کے لیے اچھے مشورے دیتا تھا۔ بادشاہ اس کو بہت عزیز رکھتا تھا اور اس پر مکمل بھروسا کرتا تھا۔ بادشاہ کو اس کی موت کا بہت افسوس ہوا۔

بادشاہ اپنے درباریوں میں سے کسی کو بھی اپنا وزیر بنا سکتا تھا، لیکن اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے ملک کے ہی کسی عقل مند آدمی کو وزیر بنائے گا۔ بادشاہ اپنے ایک وفادار ملازم کے ساتھ رات کو بھیس بدل کر اپنی رعایا کے حالات جاننے کے لیے نکلتا تھا۔

اس طرح وہ خود ملک کے حالات سے واقفیت حاصل کرتا تھا کہ اس کی رعایا اپنے ملک اور بادشاہ کے بارے میں کیا سوچتی ہے۔

ایک بار آدھی رات کے وقت وہ شہر کی ایک گلی سے گزر رہا تھا کہ اندھیرے کی وجہ سے ایک آدمی سے ٹکرا گیا۔

بادشاہ نے پوچھا: تم کون ہو اور رات کے وقت یہاں کیا کر رہے ہو؟

اس شخص نے جواب دیا: میں اس شہر کا ایک شریف انسان ہوں اور بے وقوفوں کو عقل مند بنانے کے گر سکھلاتا ہوں۔ مجھے چوروں کا خوف نہیں ہے، کیوں کہ میرے پاس چوروں کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔

بادشاہ گھوم پھر کر اپنے محل پہنچا اور دوسرے دن اس نے حکم جاری کیا کہ شہر میں رات کے وقت ہر شخص ہاتھ میں چراغ لے کر نکلا کرے۔ جو شخص ایسا نہیں کرے گا، اسے سخت سزا دی جائے گی۔ کچھ دنوں بعد بادشاہ رات کے وقت شہر کی ایک گلی سے گزر رہا تھا کہ وہ ایک شخص سے ٹکرا گیا۔

بادشاہ کو بہت غصہ آیا اور اس نے پوچھا تم کون ہو اور اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو؟

”جناب! میں اس شہر کا ایک معزز آدمی ہوں اور بے وقوفوں کو عقل سکھلاتا ہوں۔“

بادشاہ نے پہچان لیا کہ یہ وہی شخص ہے، جو چند دن قبل اس سے ٹکرایا تھا۔

”کیا تم نے بادشاہ سلامت کا حکم نہیں سنا کہ

رات کے وقت ہر آدمی ہاتھ میں چراغ لے کر نکلا کرے۔ تم نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل نہیں کی، اس لیے تم کو سخت سزا ملے گی۔'' بادشاہ نے غصے میں کہا۔

''جناب والا! میرے ہاتھ میں چراغ ہے، آپ دیکھ سکتے ہیں۔'' اس آدمی نے جواب دیا۔

''مگر یہ روشن کیوں نہیں ہے؟''

''جناب والا! بادشاہ سلامت کے حکم میں صرف اتنا ہے کہ آدمی ہاتھ میں چراغ لے کر چلے۔ یہ حکم نہیں دیا کہ اس میں تیل بھی ہو اور وہ روشن بھی ہو۔''

بادشاہ حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس آدمی نے پھر کہا، میرا خیال ہے کہ بادشاہ کے دربار میں عقل مند وزیروں کا قحط ہے، ورنہ ایسا حکم صادر کرنے سے پہلے وہ بادشاہ سلامت کی اس طرف توجہ دلاتے۔

میری دعا ہے کہ خدا ہمارے بادشاہ سلامت کو ایک عقل مند وزیر عطا فرمائے۔

بادشاہ یہ بات سن کر دل ہی دل میں بہت شرمندہ ہوا۔ وہ اس آدمی کے ساتھ ساتھ چلنے لگا اور باتوں میں اس کے بارے میں ذاتی معلومات اس سے حاصل کرلیں۔ بادشاہ نے پوچھا، تمھارا پیشہ کیا ہے؟

اس نے جواب دیا: جناب والا! میں ایک مدرسے میں استاد ہوں اور عقل مند بنانے والی دو عظیم کتابوں کا حافظ ہوں۔ اس کے علاوہ بہت ساری ایسی کتابیں پڑھ چکا ہوں جو انسان کو عقل مند بنا کر ان کو کامیاب انسان بنا سکتی ہیں۔ میرے استاد نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر کوئی آدمی گلستان اور بوستان کی حکایات کو سمجھ کر پڑھے اور غور کرے تو ایک دن وہ عقل مند ترین انسان بن کر کسی بادشاہ کے دربار میں جگہ پا سکتا ہے۔

باتیں کرتے کرتے اس عقل مند انسان کا گھر آگیا اور وہ رخصت ہوگیا۔ بادشاہ نے اس کے مکان اور محلے کو ذہن نشین کرلیا اور اپنے محل میں واپس چلا گیا۔ دوسرے دن بادشاہ نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس عقل مند انسان کو عزت کے ساتھ ہمارے حضور پیش کیا جائے۔

بادشاہ اس کی گفتگو اور عالمانہ باتیں سن کر بہت خوش ہوا اور اس کو اپنا وزیر بنا لیا۔ اس وزیر نے بادشاہ کو بہت اچھے اور مفید مشورے دیے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ شہر کے سارے باشندوں کو مفت چراغ اور تیل فراہم کیا جائے اور گلی کوچوں میں رات کو روشنی کرنے کے لیے چراغ تھامے نوکر رکھے جائیں۔

بادشاہ نے یہ بھی حکم دیا کہ استادوں کے علاوہ بھی شہر کے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ شیخ سعدی شیرازی کی کتابیں گلستان و بوستان ضرور پڑھے۔

☆......☆......☆

ان کا تعلق قبیلہ قریش کی شاخ بنو ہاشم سے ہے۔بچپن ہی میں اسلام قبول کرلیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے۔بڑے ہوئے تو ان کی خوبیاں کھلیں۔

آپ بہت بہادر اور نہایت ذہین وفطین تھے۔آپ میدان جنگ کے شہسوار بھی رہے اور آپ نے قاضی بن کر بھی خدمات سر انجام دیں۔آپ نے اپنی ذہانت سے مشکل مشکل معاملات حل کیے۔ان کی ذہانت کا ایک واقعہ ملاحظہ کیجیے:

یمن کے ایک آدمی نے اپنے لڑکے کو سفر پر بھیجا تو اس کے ساتھ ایک غلام بھی روانہ کیا، راستے میں کسی بات پر دونوں میں جھگڑا ہوگیا، کوفہ پہنچ کر غلام نے دعویٰ کر دیا کہ یہ لڑکا میرا غلام ہے اور میں اس کا آقا ہوں، یہ کہہ کر اس نے لڑکے کو بیچنا چاہا، جب یہ مقدمہ آپ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے اپنے خادم سے فرمایا:

کمرے کی دیوار میں دو بڑے سوراخ بناؤ اور ان دونوں سے کہو کہ اپنے اپنے سر ان سوراخوں سے باہر نکالیں، جب دونوں نے اپنے سر سوراخوں سے باہر نکال لئے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خادم سے فرمایا:

رسول اللہ صَلَّی اللہُ علیہِ وَاٰلہٖ وَسَلَّم کی تلوار لے آؤ، خادم تلوار لایا تو آپ نے خادم سے کہا: غلام کا سر کاٹ ڈالو!

یہ سنتے ہی غلام نے فوراً اپنا سر پیچھے کر لیا جبکہ لڑکا اسی طرح کھڑا رہا، یوں آپ کی حکمتِ عملی سے معلوم ہو گیا کہ غلام کون ہے؟

امید ہے کہ آپ انہیں پہچان چکے ہوں گے۔ اگر نہیں تو کچھ مزید باتیں پڑھیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی تو ان کی عمر دس سال تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو ان کی عمر 23 برس تھی۔ غزوہ بدر کے موقع پر وہ پچیس سال کے جوان تھے اور انہوں نے اس غزوہ میں بہادری اور شجاعت کی وہ تاریخ رقم کی کہ آج تک ان کی شجاعت کی مثالیں دی جاتی ہیں۔

غزوہ بدر میں انہوں نے تن تنہا 36 کفار کو جہنم واصل کیا۔ اس غزوہ کے بعد آپ کو مال غنیمت میں ایک اونٹ، ایک ذرہ اور ایک تلوار ملی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو ان کی عمر 34 برس تھی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے خلفائے راشدین کے دور میں بھی اچھی خدمات سر انجام دیں۔

آپ کی شہادت زہر میں بجھی تلوار اور خنجر سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان پہ بے حد وحساب رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین ثم آمین

☆......☆......☆

وہ کون تھے شمارہ صفر المظفر کا درست جواب:
حضرت عمیر بن وھب رضی اللہ عنہ۔

وہ کون تھے؟؟

شمارہ ماہِ صفر 1446ھ کے انعام یافتہ

ہمشیرہ محمد احمد (انعام یافتہ)

درست جواب ارسال کرنے والے دیگر قارئین

محمد حذیفہ۔ ابوبکر صدیق۔ محمد حارث۔ ربنواز۔ بنت شہزاد۔ محمد اویس۔
محمد نسیم فاروقی۔ محمد خالد۔ حبیب اللہ۔ قاری اللہ نواز۔ محمد شفیق۔
محمد انس۔ نعیم اللہ۔ زنیرہ جبیں۔

جناب ابوامامہ صاحب!

بعد ادب واحترام گوش گزار ہوں کہ امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے۔ خدا آپ کو ہمیشہ خوش رکھے اور آپ کی اس دینی خدمات کو اپنی بارگاہ ربوبیت میں قبول فرمائے۔ آمین

ہم بہت خوش ہیں کہ آپ نے (ایک دعا یاد کریں اور ایک حدیث یاد کریں) بہت اچھا سلسلہ نکالا ہے۔ یہ رسالہ مسلمان بچوں میں جہادی جذبہ اجاگر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ مجاہدین کی حفاظت فرمائے اور ان کو کامیابی سے ہمکنار فرمائے۔

آمین یارب الشہداء والمجاہدین

آخر میں ایک بات اگر محسوس نہ کریں کہ آپ تنقید والا خط کیوں شائع نہیں کرتے۔

والسلام

حبیبہ شفیق

محترم بھائی ابوامامہ صاحب

میں مسلمان بچے کا مستقل قاری ہوں خود بھی بڑے شوق سے پڑھتا ہوں اور اپنے دوست واحباب کو بھی تحفہ کے طور پر دیتا ہوں میری آپ سے عرض یہ ہے کہ میں نے تحریر بھیجی لیکن آپ نے شائع نہیں کیا اب بھی میں ٹی وی اور عذاب قبر قسط وار بھیج رہا ہوں ضرور شائع کرنا۔

نیز اس رسالے میں لکھنے کے کچھ اصول بھی بتا دیجیئے! تاکہ ہم اس کی روشنی میں لکھ سکیں۔

والسلام

محمد عبدالباقی

محترم جناب ابوامامہ صاحب!

سلام و دعا کے بعد عرض ہے کہ آپ بہت خوش ہوں گے اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے اور اپنی حفظ وامان میں رکھے۔ آمین

مسلمان بچے رسالہ بہت شاندار جارہا ہے۔ اس کی تحریریں ہم سب شوق سے پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین

ایک شکایت یہ ہے کہ مسلمان بچے رسالہ کا سائز بہت مختصر ہے۔ یہاں تک کہ شاید میں نے اس سے چھوٹا رسالہ کہیں نہیں دیکھا۔اسے کچھ بڑا کیجئے۔ انداز تحریر اور حروف کی لکھاوٹ اس قدر باریک ہے کہ پڑھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ برائے کرم اس پر نظر ثانی کیجئے گا۔

اور میری ایک درخواست ہے کہ دل کی گہرائیوں سے میرا سلام امیر المجاہدین تک پہنچا دیں اور ان سے عرض کر دیں کہ میرے لئے دعا کر دیں خصوصاً کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رضا اور شہادت کی موت نصیب فرمائے۔آمین

والسلام

محمد مدثر

محترم ومکرم مدیر صاحب!

امید ہے آپ خیریت سے ہونگے اور خوب مصروف ہونگے، اللہ پاک آپ کو خوب دراز عمر عطا فرمائیں کہ آپ کے اور آپ ہی جیسوں کے دم سے تو زندگی مسکراتی ہے۔ماشاء اللہ

مسلمان بچے آگے ہی آگے بڑھتا جارہا ہے اللہ پاک مزید فضل فرمائیں، ماشاء اللہ لکھنے والے خوب لکھ رہے ہیں تمام سلسلے بہترین ہیں۔

حضرت شیخ کے رشحات قلم تو رسالے کی روح ہیں، بس اب سورج کو کیا چراغ دکھائیں کہ سورج تو سورج ہے۔تمام سلسلے بہت اچھے ہیں۔ام محمد کی کافی عرصے سے کوئی تحریر فلسطین کے موضوع پر نہیں لگی۔ان سے گزارش ہے کہ اپنی تحریر سے ہمیں ضرور مستفید کریں۔

کسی دور میں ایک تحریر بھیجی تھی، یہ نہ سمجھ لیجئے کہ قبل مسیح کا کوئی دور تھا بس چار پانچ ماہ ہوئے ہیں، نام تھا شہداء کے نقشِ قدم، کوئی اتا، پتا ہو تو بتائیے، ٹوکری صاحبہ کا رزق بن گئی تو کوئی بات نہیں، کہ دانے دانے پر لکھا ہے کھانے والے کا نام، اس تحریر پر بھی ٹوکری کا نام لکھا ہوگا، اگر ملی نہیں تو بتائیے دوبارہ لکھنے کی ہمت کروں شاید لکھ ہی لوں، بس اب اس طویل نامے کو خندہ پیشانی سے قبول کیجئے اور اجازت دیجئے۔

والسلام

بنت شہزاد فاروقی

محترم مدیر صاحب!

تمام پیارے بھائیوں کو میری طرف سے بہت بہت سلام!

سلام کے بعد عرض ہے کہ آپ تمام پیارے بھائی اللہ کے فضل و کرم سے بالکل ٹھیک ہوں گے مجھے پکی امید ہے۔

اس ماہ کا شمارہ بہت خوبصورت تھا تمام کہانیاں بہت پسند آئیں۔ یہ سب کہانیاں بہت خوبصورت انداز سے بیان کی جارہی ہیں۔خصوصاً

محمد فیصل علی، محمد مستقیم، دانیال حسن بھائی، ام محمد کی تحریریں اس رسالے کے جان ہیں۔

پیارے بھائی جان اس شمارے میں وہ کون تھے کا جواب بھیج رہی ہوں لیکن کسی مسئلے کے تحت مجھے جلدی میں جواب دینا پڑا۔اس دفعہ بھی آرٹ گیلری بنا کر بھیج رہی ہوں۔بھائی جان میں نے آرٹ گیلری بنا کر بھیجی تھی لیکن شامل نہیں کی گئی امید ہے کہ اب ضرور شامل کریں گے۔اللہ تعالیٰ آپ تمام سارے پیارے بھائیوں کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔(آمین)

ہمشیرہ محمد احمد

محترم جناب ابو امامہ صاحب!

امید ہے کہ آپ اور آپ کی پوری ٹیم خیریت وعافیت سے ہوں گے۔ ماشاء اللہ مسلمان بچے خوب جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ خوب تر خوب ہوتا جائے گا۔

بھائی ابو امامہ صاحب میرے پاس اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کے معنی اور خوص موجود ہیں، اگر آپ کی اجازت ہو تو اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کے معنی اور خواص ارسال کر دوں، اجازت کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دیں کے ہر ماہ کے لیے کتنے معنی اور خواص ارسال کروں، بس اب آپ جلدی سے میرے اس خوبصورت خط کر ردی کی ٹوکری سے بچاتے ہوئے خوبصورت جواب سے نوازیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس ماہنامہ مسلمان بچے کو دن دگنی اور چوگنی ترقی عطا فرمائے ، اور ہمارے مجاہدین بھائیوں کو ہر ہر میدان میں کامیابی سے نوازے ہماری طرف سے امیر محترم مولانا محمد مسعود ازہر صاحب کو خصوصی طور پر دل کی گہرائیوں سے سلام۔

والسلام

محمد ربنواز کراچی

محترم ومکرم ابو امامہ صاحب

سلام کے بعد عرض ہے کہ صفر 1446 ہجری کا شمارہ پڑھا تو بہت خوشی ہوئی۔رسالے نے قلم اٹھانے پر مجبور کر دیا۔اللہ آپ جیسے مدیر صاحب کو لمبی عمر دے۔

میں نے چاہا کہ جیسے مدیر صاحب دن رات ایک کر کے رسالے کو بڑے اچھے طریقے سے ترتیب دیتے ہیں اور شائع کرتے ہیں اور پھر جہاد جیسے عظیم فریضے کو ہم تک پہنچاتے ہیں ہم بھی دنیا کے کونے کونے تک جہاد کو پھیلائیں گے۔ جہاد کی تمنا ہر مسلمان کے دل میں گہرائی سے کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی چاہیں، کیونکہ جس کے دل میں جہاد کی تمنا نہیں وہ منافقت کی موت مرتا ہے۔ میری طرف سے آپ کو اور امیر محترم کو ڈھیر سارا سلام، میں کچھ چیزیں بھیج رہا ہوں، برائے مہربانی شائع کر دیں۔

والسلام

(محمد انس)

تحریروں کی دُنیا

پہلی کہانی کی کہانی

یہ ہے تحریروں کی دنیا جہاں لوگ اپنے الفاظ کے ذریعے دوسروں تک اپنی سوچ پہنچاتے ہیں۔ یہ الفاظ کسی بھی طرح کے ہو سکتے ہیں لیکن مجھے لوگوں تک ایسے الفاظ پہچانے تھے، جنہیں پڑھنے سے لوگ اطمینان اور راحت حاصل کریں۔

ہر لفظ ہر فقرے میں ایسی جان ہو جسے پڑھنے سے کوئی نہ کوئی نئی بات پتا چلے۔ ایسی بات جو حق اور ایمان کی بات ہو جسے پڑھنے سے لوگ ہدایت کی راہ پہ آئیں۔ کچھ ایسا لکھنا تھا جو الفاظ دوسروں کے دلوں میں سما جائیں۔ ایسی تحریریں جسے پڑھنے سے لوگ اللہ کو پہچان سکیں۔ اس کی مرضی کے مطابق زندگی گزاریں۔ اس کی محبت کے لئے سب حرام چھوڑ دیں۔ جو کام کریں محض اللہ کی محبت اس کی پسندیدگی اس کی رضا کے لیے کریں۔ آج سے آٹھ نو سال پہلے جب میں نے قلم اٹھایا اس وقت میرا مقصد شاید محض ایک لکھاری بننا تھا جو کے نہ ہو سکا۔ لیکن آج اٹھ نو سال بعد جب دوبارہ قلم اٹھایا ہے تو مقصد کوئی اور ہے۔

ایک لکھاری کے قلم کی طاقت کسی تلوار سے کم نہیں ہوتی۔ اس قلم سے لکھے گئے الفاظ ہی معاشرے کی بدگمانیوں اور برائیوں کو ختم کر سکتے ہیں۔

آپ کے قلم کی طاقت اور لکھائی کی شدت سے، آپ معاشرت کو بہتر بنانے کی راہ میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ آپ کے الفاظ اور تحریریں ایک قوی زور ہوتی ہیں جو لوگوں کے

دلوں میں تبدیلی لا سکتی ہیں۔ اپنے قلم کو اس طرح استعمال کریں کہ وہ معاشرتی برائیوں اور ناکامیوں کا مقابلہ کرسکیں۔

میرے قلم کا بھی یہی مقصد ہے کہ اپنے لکھے گئے الفاظ میں ایسی طاقت ڈالوں جو معاشرے کی برائیوں کا خاتمہ کرسکیں۔ ایسی تحریریں لکھوں جس کے الفاظ لوگ ہمشہ یاد رکھیں۔ ہمارا لکھنے کا مقصد محض شوق تک منحصر نہیں ہونا چاہیے۔ اس شوق کے ساتھ ساتھ دنیا میں کیے جانے والے ظلم کے خلاف آواز اٹھانا ہے جو ایک لکھاری اپنی تحریروں کے ذریعے دوسروں تک یہ آواز پہنچا سکتا ہے۔ ضروری نہیں یہ الفاظ مشکل بنا کر لکھے جائیں۔ الفاظ سادہ اور مختصر بھی ہو سکتے ہیں تا کہ ہر کوئی بات آسانی سمجھ سکے اور ہماری لکھی گئی تحریروں سے فائدہ اٹھا سکے۔

ہم سب متحد ہو کر ایسی تحریریں لکھتے ہیں ایسے الفاظ پیش کرتے ہیں جو ہماری آنے والی نسلوں کو سنوارنے کا باعث بنے جو انہیں ایسا دین اور ایسے شرعی احکام سکھائیں جن کا مقصد صرف اللہ کی رضا کے لیے ہو۔

وجیہہ عمران، سرگودھا

جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے

دوپہر کا وقت تھا میری بھابھی کچن میں کھانا بنا رہی تھی میرا 5 سال کا بھتیجا توحید کمرے میں اکیلا تھا۔ بھابھی کا گھر چھت پہ بنا ہوا ہے۔ توحید غبارے سے کھیل رہا تھا، اس کا غبارہ اڑ کے الماری کے اوپر گیا وہ اس کو اتارنے کی کوشش کر رہا تھا اور اس الماری پر چڑھا الماری لکڑی اور شیشے سے بنی ہوئی تھی، ایک طرف آئینہ لگا ہوا تھا دوسری طرف سامان رکھا ہوا تھا آئینہ اندر کی جانب لگا ہوا تھا اس لیئے تھوڑی جگہ تھی جہاں پہ توحید چڑھ گیا جیسے ہی توحید اس پہ چڑھا تو الماری گر گئی اور توحید اس کے نیچے آ گیا۔

ہم سب نیچے تھے کہ آواز سنائی دی ہمیں لگا کہ دیوار گری ہے شاید اور سب اوپر دوڑتے ہوئے گئے کہ کہیں کوئی جانی نقصان نہ ہوا ہو جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئے الماری کو نیچے گرا ہوا دیکھ کر سانسیں رکنے لگی بھابھی نیچے فرش پہ بیٹھی ہوئی تھی بے جان جسم کی طرح، آنکھوں میں آنسو تھے اور توحید اس کی گود میں تھا ہماری تو جیسی پاؤں سے زمین نکل گئی تھی۔ توحید اور بھابھی کو سلامت پایا تو ہوش آیا۔

بھابھی نے بتایا کہ جیسے ہی الماری گری میں اس کو اٹھانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن بھاری ہونے کی وجہ سے میں اسے نہیں اٹھا سکی پھر میں نے اس آئینے کو نکالنے کی کوشش کی جیسے ہی آئینے کو اوپر اٹھایا آئینے کے نیچے خلا تھا وہاں توحید تھا۔

اللہ کا شکر ہے کہ توحید کو چوٹ تک نہیں لگی لیکن اس الماری میں رکھا ہوا جو بھی سامان تھا وہ سب ٹوٹ گیا تھا کوئی چیز سلامت نہیں تھی ساری شیشے

ٹوٹ گئے تھے۔ یہ واقعہ ہمارے لیئے ایک معجزہ تھا اللہ پاک نے توحید کو اپنی حفاظت میں رکھا۔

بچو! جب کبھی کوئی پریشانی ہو تو اپنے والدین کو بلانا چاہیے نہ کہ خود ایسا کوئی کام کریں جس سے جانی اور مالی نقصان ہونے کا خطرہ ہو۔

حنا نور

اے امت مسلمہ

آج جس بیت المقدس کو آزاد کروانے میں یہ ڈیڑھ ارب کے مسلمان کچھ نہ کر سکے، وہاں عدل و انصاف کا پیکر، فاتح عالم وہ ایک شاہی صفت مجاہد جرّار، فلسطین کی مقدس سرزمین بے خوف اُترا تھا۔ اور وہ اکیلا تن تنہا بیت المقدس کو فتح کر کے آیا۔ مسجد اقصیٰ آج بھی اس جرار کو یاد کرتی ہوگی۔

وہ صاحب جلال، جرات کا استعارہ، جو کفر کو للکار کے کہتا، کہ میں منت نہیں کرتا، میں حکم دیتا ہوں، اس اک خط سے شاہ روم لرز اٹھتا۔

جس کی ایک آواز سے دریا رک جاتے ہیں۔ جن کی نظروں سے لشکر رک جاتے ہیں۔ جس کے حکم سے دریا بھی روک جاتے۔ جس کی دہشت سے قیصر و کسرا کانپ اٹھتے ہیں۔ جس کے کلمہ اسلام پڑھتے ہی کفر پر سناٹا چھا جاتا ہے۔

جس نے کفر کے دور میں تلوار کی میان شانے پر لٹکائے، اعلانیہ ہجرت کی۔ جس کے آنے سے کعبے میں اعلانیہ نماز ہوئی۔ جو رہتی دنیا تک جس کے الفاظ دہرائے جائیں گے کہ میں جا رہا ہوں کعبے میں نماز پڑھنے۔ جس نے بچے یتیم کروانے ہوں، وہ میرا راستہ روک لیں۔ اس کی ایک للکار پر کفر پر لرزہ طاری کر دے۔

جس نے آدھی دنیا پر عدل و انصاف سے حکومت کی، لرزتی زمین بھی تھم جاتی۔ جس گلی سے عمرؓ گزرتے وہاں سے شیطان ڈر سے بھی دم دباتا بھاگ جاتا۔

24 لاکھ مربع میل کا حکمران جو تن تنہا درخت کے نیچے اینٹ پر سر رکھ کر بے فکر ہو کے سوتا ہے، جو مدینے میں چٹائی پر بیٹھ کر جو قیصر و کسری کی دھجیاں اڑا دے وہ جری مجاہد، خلیفہ دوم، مراد نبی اکرم، ''عمرؓ فاروق ابن خطاب''

جن کے بارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

''میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمرؓ ہوتا''

آج کے غیر مسلم بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں۔ وہ بھی عمر کو مانتے ہیں، کیوں کہ عمر جیسا کوئی نہیں تھا، 3 براعظم کا حکمران، تاریخ اسلام میں اس کے جیسا دور کوئی گزرا ہی نہیں۔ غیر مسلم عمرؓ کے بنائے گے قوانین، آج بھی فالو کرتے ہیں۔

اے عمرؓ!!!

آج زمانہ تیرے اس عدل کو ترس رہا ہے۔

اُم سلمیٰ احمد (خوشاب)

☆......☆......☆

آپ کی پسند

میرے مولا!

مدت سے ترستی ہیں ترے لطف و کرم کو
بے تاب دلوں کی یہ صدائیں میرے مولا
مائل بہ کرم ہو نہ اگر تیری کریمی
ہم آہ و فغاں کس کو سنائیں؟ میرے مولا
گرداب میں ہے ملت بیضا کا سفینہ
ساحل سے اسے کیسے لگائیں میرے مولا
جب تو ہی مسیحائی کرے گا نہ ہماری
ہم جا کے کسے زخم دکھائیں میرے مولا
آغوش محبت میں چھپا لیجئے ہم کو
دشمن ہیں یہ موسم، یہ ہوائیں میرے مولا
امت کو جلانے پہ، مٹانے پہ تلی ہیں
ہر سمت ہیں باطل کی چتائیں میرے مولا
قربت کے خزانوں سے ہمیں بھی تو عطا ہوں
ہر ذرے پہ ہیں تیری عطائیں میرے مولا
جب تیرا کرم ان کو نہ دامن میں چھپائے
ہم لے کے کہاں جائیں، خطائیں میرے مولا
معبود سے مسجود ہے جب تو ہی جہاں کا
بن تیرے کہاں سر کو جھکائیں میرے مولا
اب تیرے سوا اور سہارا نہیں کوئی
در تیرا کہاں چھوڑ کے جائیں میرے مولا
(آفتاب اسلم، بالاکوٹ)

مقامِ شہید

شہید کا ہے مقام کیسا! افق کے اس پار جا کے دیکھو
حیاتِ تازہ کے کیا مزے ہیں ذرا یہ گردن کٹا کے دیکھو
حسن فانی کی کیا طلب ہے خدا کے عاشق بنو تو تب ہے
گلاب بن کے مہک اٹھیں گے، جگر پہ زخم کھا کے دیکھو
کسی کے دل پہ گماں نہیں، نہ خبر ذرا چشم و گوش کو ہے
شہید پر جو عنایتیں ہیں، کتاب و سنت اٹھا کے دیکھو
نکھرتا جائے گا تن بدن اور جمال آئے گا خال و خط پہ
بڑھے گا حسن و جمال کتنا! ذرا لہو میں نہا کے دیکھو
وہ باغ جنت کی نازنیں جو تمہاری دلہن بنی کھڑی ہے
تمہی تو دولہا ہو دیر کیسی! یہ سرخ مہندی لگا کے دیکھو
نہیں ہے ناداں کو کچھ خبر یہ، شعور والے ہی جانتے ہیں
خدا کی جو میز بانیاں ہیں، وفا کی رسمیں نبھا کے دیکھو
غرور تم کو نہیں ہے زیبا، اسے نہ اوڑھو، خدا کا حق ہے
ملیں گے عظمت کے تاج کیا کیا ذرا سا خود کو مٹا کے دیکھو
یہ تیر و تلوار اور خنجر، تمہارے زیور ہیں اے جوانو!
حسین لگتے ہو کس قدر تم، یہ اسلحہ تو سجا کے دیکھو!
(اشتیاق احمد، چکوال)

دارالعلوم دیوبند

یہ آج مدرسوں پہ، مسجدوں پہ جو بہار ہے
یہ حریت، یہ علم و آگہی پہ جو نکھار ہے
یہ کفر کا زوال، یہ شہادتوں کا سلسلہ
یہ سایۂ انار، کی حسین یادگار ہے
یہ جامعہ، کہ جس کی برکتیں کہاں کہاں نہیں؟
وہ بزم کونسی ہے جس میں اس کی داستاں نہیں؟
وہ راہ کونسی، جہاں پہ اس کے کارواں نہیں؟
وہ کونسا محاذ، جہاں اس کے نوجواں نہیں؟
یہ نخل وہ، کہ آج جس کا پھول ہر چمن میں ہے
یہ حسن وہ ، کہ تذکرہ ہر ایک انجمن میں ہے
شعاعیں جس کی بحر و بر کی وسعتوں میں ہر جگہ
یہ ماہتاب وہ کہ جس کا نور ہر وطن میں ہے
وہ حضرت امداد ہوں یا قاسم و رشید ہوں
وہ رائے پور کا حسن، محمود کے مرید ہوں
وہ انور و خلیل ہوں، کفایت، الیاس ہوں
وہ طیب وحسین، جن سے لوگ مستفید ہوں
یہ میکدہ وہ، جس کی گود ہر طرح نہال ہے
اٹھا یہاں سے کوئی بھی، وہ مرد بے مثال ہے
ہو علم یا سیاسیات، دعوت و جہاد ہو
ہیں جس کے جو فنون، ان میں صاحب کمال ہے
یہ آسماں، کہ جس کا ہر ستارا انتخاب ہے
جو سچ کہوں تو اس کا ذرہ ذرہ آفتاب ہے
صلاحیت کو جانچیے، وفا بھی اس کی دیکھیے
جمیل ہر نفر یہاں نوید انقلاب ہے

(فیصل نعیم، حذیفہ انور، منڈی بہاؤالدین)

حسن خلافت کی تمنا

نہ کرسی کی، نہ شہرت کی، نہ دولت کی تمنا ہے
اگر دل میں ہے کوئی تو شہادت کی تمنا ہے
نہیں اپنا متاع حرب و ضرب خاص پہ تکیہ
محاذ جنگ ہے، آقا کی نصرت کی تمنا ہے
دھن اور بزدلی نے پھونک ڈالا ہے مسلماں کو
اسے ایمان و غیرت اور حکمت کی تمنا ہے
عدو کی سازشوں سے ہوچکیں تاریک تر راہیں
ہر اک مسلم کو پھر نور ہدایت کی تمنا ہے
کہیں امن وسکون حاصل نہیں بے چین دنیا کو
جہاں کو آج پھر حسنِ خلافت کی تمنا ہے
رہی کوئی بھی کل سیدھی کہاں ہے نظم ہستی کی؟
بشر کو پھر سے آئینِ شریعت کی تمنا ہے
عروج ملت مرحوم کی یادیں ستاتی ہیں
ہمیں امت کی وہ پہلی سی عظمت کی تمنا ہے
شکستہ دل ہیں اور چاروں طرف چھائی ہے مایوسی
خدائے ناز سے لطف و عنایت کی تمنا ہے
کچل دیں پھر سے ہر طاغوت کے ناپاک منصوبے
ہر اک جانباز کو تیغ شجاعت کی تمنا ہے
لہو دل سے جہادی زمزمے تحریر کرتا ہوں
نئی سیف کے زخموں سے نسبت تمنا ہے
مجھے تو آرزو خوشنودئ مولا کی ہے انور
وہ ہونگے اور جن کو نام و شہرت کی تمنا ہے

(فرحان، عدنان، شورکوٹ)

☆......☆......☆

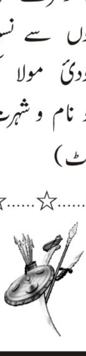

آرٹ گیلری

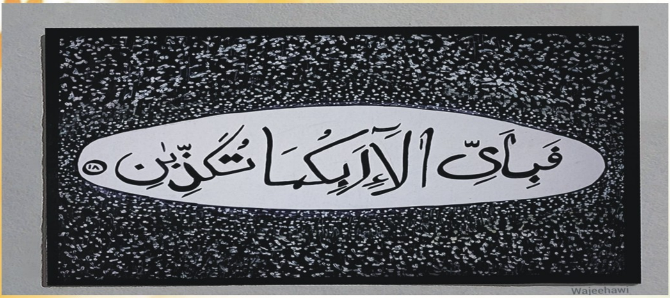
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝١٨
Wajeehawi

ماشاءاللہ

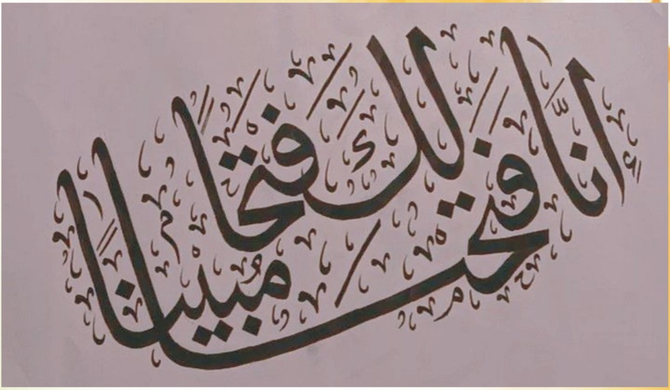
انا فتحنا لك فتحا مبينا

الله

اَللّٰہ
جل جلالہ

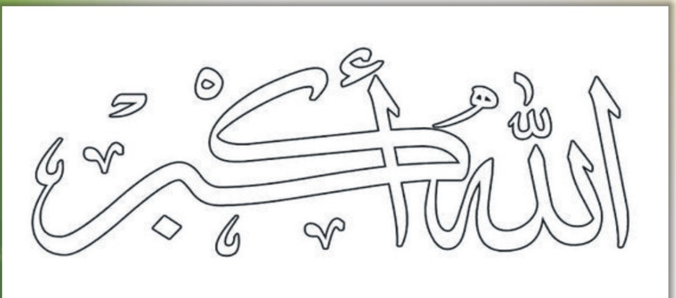
الله أكبر

ایوب اختر، لیاقت پور

لہو رنگ فلسطین

فلسطیں کی بستی سے اُٹھتا دھواں ہے
مگر اس سے غافل ہوا اک جہاں ہے

کہاں سو گیا ہے ضمیر اس جہاں کا
فلسطین مظلوم شکوہ کناں ہے

بڑا زعم ہے برتری کا عدو کو
غلط ہم کو کرنا یہ اس کا گماں ہے

پڑی سو رہی ہے وہی آج اُمت
کہ جس کے لیے خاص حکمِ اذاں ہے

یہ اہلِ فلسطیں بجا پوچھتے ہیں
ہوا آج کیوں گنگ سارا جہاں ہے